تری تلاش کا موسم

نوید جمیل ملک

تری تلاش کا موسم

(نظمیں)

1993-1981

نوید جمیل ملک

ASIAN RESEARCH INDEX

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

بار اول: 1994

بار دوم: مئی 2024

عنوان: تری تلاش کا موسم

مصنف: نوید جمیل ملک

پبلشر: Asian Research Index

آئی ایس بی این: 978-627-7680-13-8

اے آر آئی ڈی: 1715959939993

اہتمام: ڈاکٹر محمد قاسم علی

سرورق: توقیر محمود

ڈیزائن: ارشد رؤف

خطاطی: توقیر محمود

یوٹیوب چینل پر کلامِ شاعر بزبانِ شاعر سننے کے لئے لنک: http://youtube.com/@NavidJamilMalik

انتساب

اُن غموں کے نام

جو ہمیں زندگی کا اصل مفہوم بتا کر

خوشیوں میں بدل جاتے ہیں

★

محبت بھی ایک ایسا ہی غم ہے

ایسے بھی ہیں درویش جو شہروں کے مکیں ہیں

وہ بھی ہیں ولی جن کی قباء چاک نہیں ہے

(جمیل ملک)

کچھ مصنف کے بارے میں

پروفیسر ڈاکٹر نوید جمیل ملک یونیورسٹی آف سیالکوٹ، پاکستان میں تعلیمی خدمات کی انجام دہی کے لئے ڈین فیکلٹی آف ہیومینٹیز اینڈ سوشل سائنسز، ڈائریکٹر پروفیشنل ڈویلپمنٹ سینٹر، ڈائریکٹر سینٹر فار رومی اینڈ اقبال اسٹڈیز کے قلمدان سنبھالے ہوئے ہیں۔ اِس سے قبل آپ اِسی یونیورسٹی میں ڈائریکٹر فیکلٹی آف انجینئرنگ اینڈ آرکیٹیکچر اور شعبۂ تعلیم کے سربراہ کے طور پر بھی کام کر چکے ہیں۔ ایک ماہرِ تعلیم اور ہمہ جہتی محقق کے طور پر، 35 برس سے پیشہ ورانہ طور پر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ڈی ایچ اے صفا یونیورسٹی کراچی، اُم القریٰ یونیورسٹی مکۃالمکرمہ سعودی عرب، اور پاکستان اٹامک انرجی کمیشن میں بطور فیکلٹی ممبر پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ اینڈ اپلائیڈ سائنسز (PIEAS) میں کام کیا ہے۔ الیکٹریکل انجینئرنگ میں بی ایس (1987)، سسٹم انجینئرنگ میں ایم ایس (1989)، اور علم التعلیم (Education) میں پی ایچ ڈی (2002) کی ڈگری حاصل کی۔ 1988 سے اعلیٰ تعلیم میں تدریس اور تحقیق سے وابستہ ہیں۔ Strategic Planning Division (SPD) کے تحت آنے والے دفاعی اداروں کے سینئر مینیجمنٹ کورس کے ٹرینرز اور اساتذہ میں شامل ہیں۔ اِس کے علاوہ جان میکسویل ٹیم (John Maxwell Team, USA) کے سرٹیفائیڈ ٹرینر ہیں اور اِسی بنا پر اسلام آباد پاکستان میں جان میکسویل ٹیم کے انٹرنیشنل لیڈرشپ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ (The International Leadership Training Institute, TILTI) سے بطور ٹرینر وابستہ ہیں۔ کئی تعلیمی ادارے، اسکول، اسلامی تعلیم کے مراکز، اور فورمز قائم کر چکے ہیں۔ فری لانس فوٹوگرافر بھی ہیں اور کبھی کبھی اخبارات کے لئے کالم نگاری بھی کرتے ہیں۔

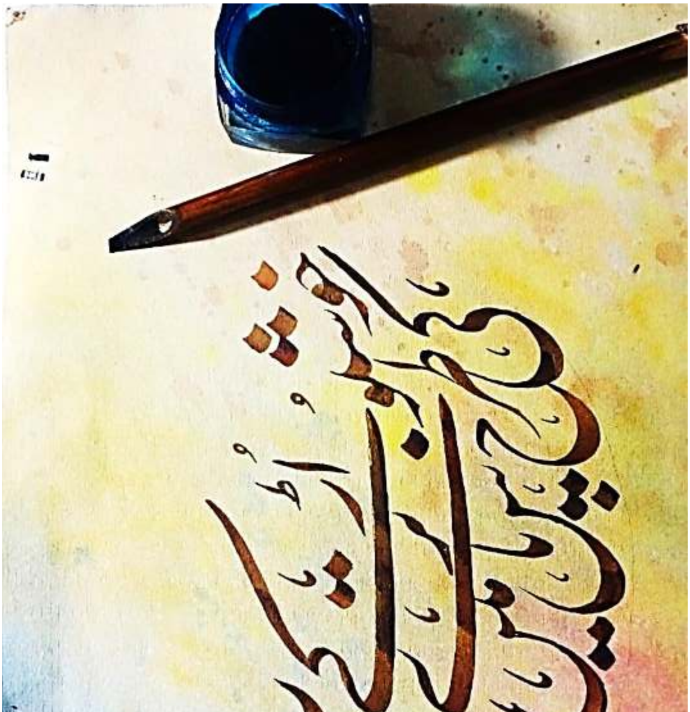

حرفِ آغاز - (پہلا ایڈیشن)

"تری تلاش کا موسم" اُس ورثے کی پہچان ہے، جو مجھے ملا۔ جمیل ملک دوسروں کے لیے تو ایک شاعر اور ایک نقاد ہیں مگر میرے لیے محبت کرنے والے باپ اور اُستاد بھی ہیں۔ اُنہی کے ذریعے شاعری میرے وجود کا حصہ بنی اور مکتبِ فن میں ہمیشہ سے وہی میرے استاد ہیں۔ میں نے ابو کو پڑھا بھی، دیکھا بھی اور سمجھا بھی۔ وہ ایک ایسا آئینہ ہیں جس میں آنے والی نسلیں بھی اپنی شناخت کر سکتی ہیں۔ میں نے بھی اِسی آئینے میں خود کو دیکھا، پرکھا اور پھر اپنی پہچان اور اپنی شناخت کے لیے "تری تلاش کے موسم" کے سفر آغاز کیا۔ تلاش کے اِس موسم میں محبت میری ہم سفر بھی رہی ہے اور میری راہنما بھی اور محبت کے اِسی مشترک رشتے کے حوالے سے آپ سب میرے محبوب ہیں۔ یہاں میں اپنے اُس محبوب کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں جو میری شاعری کا ایک بنیادی محرک رہا ہے۔ میری شریکِ وفا، میری شریکِ حیات۔ محبت کے طواف میں، تلاش کے موسم میں میری شریکِ حیات میری شریکِ عبادت بھی رہی ہی اور ہر ہر قدم پر میرے ساتھ ہے۔ میری شاعری کا ہر خیال محبت کے مرکزی نقطے کے گرد و پیش پھیلتا چلا گیا ہے۔ محبت کے اِسی طواف میں وہ اَن دیکھی تلاش بھی پنہاں ہے جو میری ہر نظم کے پردوں کے پیچھے سے جھلکتی دکھائی دیتی ہے مجھے کس کی تلاش ہے؟ اِس کا جواب چند سطور میں ممکن نہیں، مختصراً یہی کہوں گا کہ مجھے اپنے محبوب کی معیت اور رفاقت میں اپنے گھر، اپنے شہر، اپنے وطن، تمام عالمِ انسانیت اور آنے والی نسلوں کے لیے محبت سے سرشار، بھرپور خوشحال، پُرامن اور تابناک زندگی کی تلاش ہے۔ تلاش کے اِس موسم میں مجھے اور میرے پیارے لوگوں کو کیا کیا کچھ ملتا ہے یہ تو وقت ہی بتائے گا مگر میں اتنی بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ "تری تلاش کا موسم" بے ثمر نہیں ہو گا۔

وقت کے ہاتھ میں ہے میری محبت کی کتاب
اب سنائے گا تمہیں وقت حکایت دل کی

نوید جمیل، مارچ ۱۹۹۴ء

کلامِ دیگر - (آن لائن ایڈیشن)

"تری تلاش کا موسم" کا پہلا ایڈیشن، 1994 میں لاہور سے شائع ہوا۔ میں اپنی طبیعت میں شاعری سننے سنانے اور شائع کرانے کا مزاج نہیں رکھتا۔ میرے والد، جمیل ملک فرمایا کرتے تھے، "تم اِس حوالے سے بہت بے نیاز ہو، مگر اتنا بھی بے نیاز نہیں ہونا چاہیئے"۔ لیکن میں سمجھتا ہوں یہ بے نیازی اتنی بُری شے بھی نہیں۔ 1981ء سے اب تک میں لکھ رہا ہوں لیکن وہی طبیعت کہ رسائل و جرائد میں یا کتابی صورت میں شائع کروانے کی طرف طبیعت مائل ہی نہ ہو پائی۔ 2013ء میں کوشش کی کہ غزلوں اور نظموں کہ ایک کتاب شائع کی جائے۔ کتاب ترتیب اور کتابت کے مراحل سے بھی گزر گئی لیکن پھر طبیعت جیت گئی اور شاعری یا شاعر ہار گیا۔ لیکن کوئی 29 برس بعد آن لائن ایڈیشن اب آپ کے سامنے ہے جس کا واحد سبب میرے بہت پیارے بھائی، دوست اور رفیقِ کار، ڈاکٹر محمد قاسم علی ہیں، جنہوں نے مجھے بالآخر مجبور کر دیا کہ تازہ کتابیں بعد میں شائع ہو جائیں گی۔ فی الوقت جمود کو توڑنے کے لئے پہلی کتاب کا آن لائن ایڈیشن شائع کرایا جائے۔ سو اس ایڈیشن کا سہرا مکمل طور پر ڈاکٹر قاسم کے سر ہے۔ اِس ایڈیشن کی کتابت کے وقت میں نے نظموں کے عنوانات اُن کے تحت کی گئی شاعری میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں۔ کتاب کا سرورق اور اشعار کی خطاطی میرے ہونہار شاگرد توقیر محمود کا کارنامہ ہے اور سرورق کی ڈیزائننگ نے کی ہے۔ کلامِ شاعر بزبانِ شاعر سننے کے لئے میرے یوٹیوب چینل کو دیکھیں جس کا لنک یہ ہے۔ http://youtube.com/@NavidJamilMalik

پروفیسر ڈاکٹر نوید جمیل ملک

+92-333-5411430

drnavidjamil@gmail.com

22 فروری 2024

حُسنِ ترتیب

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
	کچھ مصنف کے بارے میں	
	حرفِ آغاز-(اول ایڈیشن،1992)	
	کلامِ دیگر-(آن لائن ایڈیشن،2024)	
18	نوید،سب رنگ محبت کا شاعر-احمد ظفر	
32	حمد	1
34	صحیفہ	2
35	خدا	3
36	ناتمام	4
37	پہلی دُعا	5
38	اپنے گھر،اپنے وطن کے لئے دُعا	6
40	جنم جنم	7
41	حسین اُداس لمحے	8
42	آرزو	9
43	سوغات	10
44	ترے بغیر	11
47	پُکار	12
49	فیصلے کا کرب	13
50	کہیں تو میرا ساتھ دو	14

15	ہم	51
16	تم اِک آزاد لڑکی ہو	52
17	خوبصورت	54
18	تُو ہی تُو	55
19	اَکائی	57
20	میرے لئے	58
21	تُو میری زندگی	59
22	عمر قید	60
23	دو انمول لمحے	61
24	نئے سال کا پہلا وعدہ	62
25	قَیس	64
26	نئے سال کی پہلی نظم	65
27	کتاب	67
28	میرے لئے اُس کی پہلی نظم	69
29	جیومیٹری	71
30	دو منظر	72
31	پیار کا پہلا منظر	73
32	جاناں	74
33	پیار کی لوری	75
34	اندیشہ	76
35	ہونے نہ ہونے کا دکھ	77
36	میرا ہاتھ، اِک جنگل	78

37	کیسے۔۔۔!	80
38	موت	81
39	کہانی	82
40	ایک محبت کے دو روپ	83
41	حادثہ	85
42	انداز	86
43	دشمن	87
44	قتل	88
45	جاگتی آنکھوں کے خواب	89
46	کج ادا	90
47	پیار کا غم	91
48	بچھڑ جانے سے پہلے	92
49	نیند اور رَت جگے	94
50	دمِ رُخصت	95
51	اِس سے پہلے	96
52	ناخدا	97
53	جدائی	98
54	حاصل	99
55	جدائی کے ٹھٹھرتے موسم	100
56	وقت کی دیوار	101
57	اُنگلیوں پہ گنتی کا زمانہ (اکیسویں صدی کے نام)	102
58	خرابہ	103

59	پَت جَھڑ	104
60	یک جان	105
61	جواز	106
62	بدلتے موسم	107
63	نہ جانے کب!	108
64	سُقراط کے راستے پر	109
65	تم یاد آئے	110
66	بُھول	112
67	تُو	113
68	دوسرے جنم میں	114
69	شہرِ جاناں چلیں	115
70	وقت میں سفر	116
71	اتناپیار	118
72	ہم کتنے معصوم رہے	119
73	نایاب	120
74	محبت مر نہیں سکتی	121
75	آخری جیت	122
76	بسنت	123
77	سنجوگ	124
78	پناہ گاہ	125
79	نئی ساعتوں کی کہانی	126
80	دل کی عبادت گاہ میں	128

81	آمرے سامنے بیٹھ جا	129
82	میرے لیے اُس کی دوسری نظم	130
83	آج کی شب	132
84	ہمیں اب کچھ نہیں لیتا	134
85	محبت کی ہری فصل	136
86	پہلا اور دوسرا جنم	138
87	ایک بچے کا اپنا نوحہ (بڑے بیٹے احسن کی یاد میں)	139
88	محبت پھر سے زندہ ہو	141
89	تیرا چہرہ	143
90	عکس دَر عکس	144
91	تکمیل	145
92	عکس	146
93	میرا صنم	147
94	تُو، میں اور خدا	148
95	مقصدِ حیات	149
96	مشعل بردار (ڈاکٹر انعام الرحمن کے نام)	150
97	کوئی تو ایسا ملے	152
98	جنگل کا انسان	153
99	خالی غباروں کے مسافر	154
100	بائیونک مین (سائنسدانوں اور انجینئرز کے نام)	156
101	زمین کے خدا (طاغوتی حکمرانوں کے نام)	158
102	یہ زندگی کا کارواں	159

103	سوال	161
104	روشنی (یومِ آزادی کی ہر شام کے نام)	162
105	زندگی	164
106	روشنی کا سفر	166
107	آئینہ (جمیل ملک کے نام)	168
108	کارواں چلتا رہے	169
109	سحر کا مسافر	171
110	ویٹو (دنیا کی بڑی طاقتوں کے نام)	173
111	اگلے موڑ پر	174
112	ابھی اے سالِ نَو رُک جا	175
113	نیو ورلڈ آرڈر (عالمی گاؤں کے نام)	177
114	چیلنج (ناسا کے نام)	178
115	اقوامِ عالم کے خداؤ (اقوامِ متحدہ کے نام)	179
116	آبِ حیات	181
117	جادوگر (آمروں کے نام)	183
118	ایک خوبصورت شخص کا نوحہ (احمد شمیم کے نام)	185
119	خاموش حوالے	187
120	فصیلِ شہر پہ موت کا رقص	189
121	آگ میں لپٹا شہر (اپنے وطن کے شہروں کے نام)	193
122	میرے وطن کا ایک المیہ	196
123	صبحِ فردا کی امید (عقوبت خانوں کے قیدیوں کے نام)	197
124	ہجرت کا منظر نامہ (کشمیریوں اور فلسطینیوں کے نام)	198

125	سرِ بزم سرِ دار (جبر سہنے والوں کے نام)	201
126	شہید (سیاسی شُہدا کے نام)	204
	کتاب کی پہلی اشاعت پر تبصرے، تاثرات کے اقتباسات	206

نوید، سب رنگ محبت کا شاعر

نوید جمیل، شاعری کے اُفق پر اُبھرتا ہوا ایک نیا ستارہ۔ زیادہ روشن زیادہ پُر امید۔ پرانی بشارتوں میں نئی علامتوں کا پیمبر، اِک ایسے قصر کی نشاندہی کرتا ہوا، جس کے روزنوں میں محبت کے پرندے پھڑ پھڑاتے ہیں۔ جس کی غلام گردشوں میں تگ و دو کی روشن مشعلیں ایک نئی فضا کی تخلیق کا پتہ دیتی ہیں۔ سراب خوابوں میں اور خواب حقیقت میں ڈھلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اِسی قصر کے کسی دیوان خانے میں اُس کی تلاش کی کوئی پَری مسند پر براجمان ہے۔ جس کے زیرِ لب نغموں سے چار سو رنگ ہی رنگ بکھر رہے ہیں۔ اِن نغموں کو سننے اور سمجھنے کے لیے گہرے وجدان کی ضرورت ہے۔

خوشبو کی طرح اُڑ کے تیرے پاس میں آؤں
تُو پھول بنے اور مجھے دل میں بسا لے

یہ نوید جمیل کی شاعری کا آغاز ہے!
پھول اور خوشبو کا رشتہ
فن اور فن کار کا تعلق
شیشہ اور شیشہ گری کا ادراک
اپنے ہونے اور مدِ مقابل کے مقام کا تعین
ایک ہی لمحے میں، ایک ہی ساعت میں، قرن ہا قرن کی گفتگو
یوں نوید جمیل کے شعری مجموعے "تری تلاش کا موسم" کا پہلا دروازہ کھلتا ہے۔

سُنا ہے کہ موجوں کی ساری اداؤں میں تُو ہے
گئے موسموں کی ہواؤں میں تُو ہے

(خدا)

قرآنِ حکیم فرقانِ مجید کے لیے وہ سراپا سپاس ہے،

تو میری زندگی کا مقدس صحیفہ

اپنی منزل کا میں تجھ میں ڈھونڈوں نشاں

(صحیفہ)

اللہ، قرآن، انسان اور اپنی آگاہی کے مختلف مدارج طے کرنے کے بعد نوید کہتا ہے،

مری شریکِ عبادت میری شریکِ وفا

بس ایک سجدہِ آخر بس ایک پہلی دُعا

(پہلی دُعا)

اِن ابتدائیہ کلمات کے بعد وہ اندر کے سفر سے باہر کی مسافت کی طرف آتے ہوئے کہتا ہے،

جس کے لوگوں میں محبت پیار ہو ایمان ہو

جس کے کمروں سے چمکتی روشنی قرآن کی آتی رہے

جس کے ماتھے پر خدا کا نام ہو

جس کے باہر اَمن کی ہر شام ہو

اے خدا، میرے خدا!

وقت کے البم میں میرے گھر کی ایسی دلنشیں تصویر ہو

میرا وطن اِک خطہِ تنویر ہو

(دُعا)

"تری تلاش کا موسم" سے چند مثالیں دے کر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شاعر کا ظاہر اور باطن ایک ہیں۔ ذات سے کائنات تک یہ سفر خیر ہی خیر کا سفر ہے۔ ساتھ ہی اُس کا لہجہ، اسلوب اور اظہار بھی بالکل نیا ہے۔ اِس ہلکے پھلکے انداز میں نہ تو گھسی پٹی روائتی شاعری کا شائبہ لگتا ہے اور نہ ہی شاعر نے اپنے آپ کو ممتاز کرنے کے لیے مستند طرزِ سخن اختیار کیا ہے۔ اُس کی شاعری اور وجود ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو کر یک رنگ ہو جاتے ہیں۔

وہ اپنے نظریات، احساسات اور تجربات کو زبان دیتا ہے تو اپنے فن کو ایک ایسی آماجگاہ بنا دیتا ہے جس سے گہری فکر کا جنم ہوتا ہے۔ نوید جمیل نے کم عمری میں ہی اپنے آس پاس بھرپور نظر ڈالی ہے۔ ماحول کا تجزیہ کیا ہے، اپنے کردار کا تجزیہ کیا ہے، معاشرے کے دکھ درد کو محسوس کیا ہے اور معاشرے اور فرد کے جذبات کی ترجمانی کی اور یوں گویا ہوا،

میں جانتا ہوں
حسین خوابوں کے ننگے جسموں کو
خوبصورت لباس دینے سے کچھ نہ ہو گا
میں آنے والے حسین لمحوں کا پیش میں ہوں
کہ آنے والے اُداس لمحوں کا نوحہ گر ہوں؟

(سوال در سوال)

دلی واردات ہو یا معاشرتی خلفشار، غمِ جاناں ہو یا غمِ دوراں، نوید جمیل کی سوچ ہر جگہ مثبت ہے۔ چنانچہ گھمبیر سے گھمبیر مسئلہ بھی مسئلہ نہیں رہتا، حل ہوتا چلا جاتا ہے۔ وہ ایک سادہ دل، مخلص، محبت کرنے والے کی طرح ہر کیفیت کو پوری سچائی کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ یہ اُس کی فنی مہارت کا ایک اور ثبوت ہے۔ "آرزو"، "سوغات"، "ترے بغیر"، "فیصلے کا کرب" میں وہ چند مصرعوں میں اپنا مافی الضمیر بیان کر دیتا ہے۔ کچھ اِس طرح کہ بات مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ اِبلاغ کی دولت سے مالا مال ہوتی چلی جاتی ہے اور جب وہ یہ کہتا ہے۔

کسی کو
کسی کی
ضرورت نہیں
مگر میں
مگر تُو!

(مگر)

تو ایک مختصر ترین نظم جنم لیتی ہے۔ نوید کی جدت پسند طبیعت کی یہ شاہکار نظم بظاہر تو دس الفاظ پر مشتمل ہے مگر اِس کی آفاقی صداقت اور جامعیت ہمیں دیر تک سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔ نظم "اکائی" بھی اختصار میں جامعیت کی ایک عمدہ مثال ہے۔

میرے لیے اے جانِ تمنا
اِس دنیا کی ہر سچائی
سارے ریت
پیار کہانی کا ہر گیت
تجھ سے ہے
تُو، مجھ سے ہے!

(اکائی)

یوں تو اِس مجموعے میں متعدد نظمیں اختصار کی دلکشی لیے ہوئے ہیں مگر اختصار کے حوالے سے یہاں ایک اور نظم "جیومیٹری" کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔

میں فقط نقطۂ زندگی
میرے چاروں طرف
تیری چاہت کے پھیلے ہوئے دائرے
اور سبھی دائروں کا قُطر
تیرا پیار

(جیومیٹری)

اُس کی نظم "بسنت" کو تو امیجری، اختصار، جامعیت اور آفاقیت کا نقطۂ عروج کہنا چاہیے۔

پھولوں کے کھلنے سے پہلے پہلے
سورج پیلا
چاند ستاروں کی آنکھیں بھی پیلی

کھیتوں میں سرسوں بھی پیلی
اور درختوں کے پتے بھی پیلے
اور ہمارے شہر کے لوگوں کے چہرے بھی پیلے پیلے
پھولوں کے کھلنے سے پہلے پہلے
خوشیوں کے ملنے سے پہلے پہلے

(بسنت)

جب بھی کبھی کسی جیالے نے "طرحِ نو" ڈالنے کی کوشش کی ہے، قدامت پرستوں نے اُس کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا ہے۔ اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی ہے۔ تنقید کی جگہ تنقیص کی ہے اور ہر دور کی نئی شاعری کو ایک شجرِ ممنوعہ قرار دیا ہے۔ نوید کو اِس قسم کی صورتِ حال ابھی تک پیش تو نہیں آئی مگر اِس کا امکان ضرور ہے۔ تاہم زیرِ نظر تخلیقات کا تجزیہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ نوید نے محبت اور زندگی کے گوناگوں مسائل کو ایک ہی نکتے پر رُک کر نہیں دیکھا بلکہ اپنے تجربے کو گردوپیش کے تناظر میں رکھ کر دیکھا اور پرکھا ہے اور خارجیت کی رنگارنگی کے ساتھ ساتھ اُسے داخلی اور روحانی کشف کی صورت میں بھی اُبھارا ہے اور آئندہ بھی شعر و سخن کے کسی میلے میں گھس کر وہ محض اپنی ڈفلی بجانے کا قائل نظر نہیں آتا بلکہ ایک سچے فنکار کی طرح جو کہنا ہو کہہ دیتا ہے۔ احساسات کو سپردِ قلم کرتے ہوئے اُس کے سامنے کبھی بھی یہ بات نہیں رہی کہ اُس کے بعد بھی کچھ مرحلے آتے ہیں۔ اِس بناء پر وہ کم عمری میں ہی "تری تلاش کا موسم" جیسا اچھوتا مجموعہ لے کر قارئین کے سامنے کھڑا ہے۔

شاعری کے لیے ہی نہیں، کسی بھی فنِ لطیف کے لیے پرلے درجے کا حساس ہونا نہایت ضروری ہے۔ حساس ہونے کے بھی کئی رخ ہیں، کئی جہتیں ہیں۔ وہ بھی حساس ہوتے ہیں جو ضمیر کا سودا کرتے ہیں اور وہ بھی جو ضمیر کے قیدی ہوتے ہیں۔ ایسے تخلیق کار بھی ہیں جو بے پناہ حساس ہوتے ہوئے بھی فن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ اپنے آپ کو ہی تہس نہس کرتے رہتے ہیں۔ شاعری اب اِس حیرت خانۂ امروز و فردا کے چنگل سے نکل رہی ہے۔ مروجہ حیات اب آہستہ آہستہ کم ہو رہی

ہیں اور ایک دن مفقود بھی ہو جائے گی کہ یہ دور شاعری کو ایک منضبط فلسفۂ حیات قرار دینے پر آمادہ ہے۔ نوید شاعری کو ایک "سائنسی عمل" کے قریب تر کرنے کی کوشش میں مصروف نظر آتا ہے۔ چنانچہ وہ جو کچھ لکھتا ہے وہ فلسفے کے ساتھ ساتھ اُس کا احاطۂ عمل بھی ہے۔ اُس کی فکر کا نچوڑ اور اُس کے کردار کا پَرتو بھی ہے۔ اُس کے ہاں فکر اور فن خانوں میں تقسیم نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر چلتے ہیں۔ وہ اپنی نظموں میں فرداً فرداً اپنی سوچ کا اظہار کرتے کرتے اجتماعی سوچ کے موڑ پر آ جاتا ہے۔ نوید نے اپنی تکمیل کے جتنے خواب دیکھے ہیں، جتنے عکس آنکھوں کے ذریعے دل میں اُتارے ہیں، جتنے ذہنی موڑ کاٹے ہیں، اُس میں دوسروں کو بھی شریک کیا ہے۔ ہر جگہ اُس نے اظہار کے نئے نئے سانچے تراشے ہیں۔ کہیں بھی روایت کی مجہول اور دقیانوسیت سے اپنے فن کا دامن داغ دار نہیں ہونے دیا بلکہ ارتقاء کی شکل میں اُس کی انفرادیت اور کھل کر سامنے آتی ہے۔ یہ نظم اُس کی انفرادیت کی ایک خوبصورت مثال ہے۔

تُو مقدس ہے میری مریم ہے
تُو مسیحا ہے میرا مالک
میرا اول ہے تُو وہ آخر ہے
تجھ کو دیکھوں اُسے خدا مانوں

(تُو، میں اور خدا)

نوید جمیل نے اپنی شاعری کو مختلف دائروں میں تقسیم کیا ہے، مگر ہر دائرے کا آغاز نقطۂ محبت سے کیا ہے۔ محبت جو کائنات کی روحِ رواں ہے، ایک ایسا دائمی جذبہ ہے جو ہر فلسفۂ حیات کی تہ میں کار فرما دکھائی دیتا ہے اور ایک ایسا تپتا سورج جس کی روشنی چاند تک پہنچتے پہنچتے ایک خُنک احساس کا روپ دھار لیتی ہے۔ نوید جمیل کی محبت سب رنگ ہے جو کبھی منجمد نہیں ہوتی، کہیں نہیں رُکتی، کہیں سکون پذیر نہیں ہوتی، ہجر میں وصال کی لذتوں کی نغمہ گر اور وصل میں بیکراں خواہشوں کی نامہ بر، نوید جمیل کی محبت کہیں ناکامیوں سے دوچار نہیں ہوتی۔ یہ محبت جب پھیلتی ہے تو فرد سے فرد کی محبت، افراد سے محبت کے پیکروں میں ڈھل جاتی ہے۔ معاشرے سے محبت، گرد و پیش

سے محبت، وہ جو دکھائی دیتا ہے اُس سے محبت، اور وہ جو دکھائی نہیں دیتا، اُس سے بھی محبت۔ محبت کی یہ رنگارنگی ایک بین الاقوامی محبت کے جذبے کو جنم دیتی ہے۔ عالمی بھائی چارے، امن و آشتی، اخوت و مساوات کے رشتے، اِسی محبت کی بنیاد پر قائم ہو سکتے ہیں۔ دنیا آج تباہی کے جس دہانے پر کھڑی ہے وہاں محبت ہی ذاتی اور کائناتی مسائل کا علاج ہے۔ محبت کے بعد نوید جمیل اپنے فن کا ایک اور دائرہ کھینچتا ہے، انسانی نفسیات، کیفیات اور احساسات کا دائرہ۔ انسان کے اندر اور باہر کی جزئیات رشتوں کی پہچان اور اِن رشتوں کی بُھول بھلیوں کو کھولنے کی اُمنگ، کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے کی خواہش اور منزل کو پانے کی آرزو، یہی اچھے شاعر کی پہچان ہیں۔ نوید نے دوسرے دائرے میں اِس پہچان کو گم نہیں ہونے دیا۔ جبکہ عموماً فن کا سفر کسی منطقی مرحلے تک پہنچنے کی بجائے لاحاصلی کا ایک نوحہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اِس کے برعکس نوید جمیل زندگی کو اقلیدس کا ایک تناسب سمجھتے ہوئے کہتا ہے،

میں فقط نقطۂ زندگی
میرے چاروں طرف
تیری چاہت کے پھیلے ہوئے دائرے
اور سبھی دائروں کا قُطر
تیرا پیار

(جیومیٹری)

اور پھر وہی زندگی کا روشن پہلو جس کی اساس محبت ہے۔

جس نے ہم کو
پیار کا بخشا شعور
زندگی میں
اُس سے اچھا کون ہے!

"تری تلاش کا موسم" کی بیشتر نظمیں محبت کے اِسی تہ در تہ جذبے کی حامل ہیں۔ "ہونے نہ ہونے کا دکھ"، "اندیشہ"، "ایک محبت کے دو روپ"، "حادثہ"، "انداز"، "دشمن"، "قتل"، "جاگتی آنکھوں کے خواب"، "بچھڑ جانے سے پہلے"، جیسی نظمیں اِس زمرے میں آتی ہیں۔ کچھ نظموں میں پہلے دائرے سے وابستگی ظاہر ہے تو کچھ نظموں میں وہ دوسرے سے تیسرے دائرے کی طرف مائلِ پرواز ہوتا ہے۔ ہونا نہ ہونا، ملنا بچھڑنا، خونِ ناحق، مروجہ رسوم کے خلاف بغاوت اور معاشرتی عدم توازن کے مسائل نوید جمیل کی شاعری میں قریب اور دور ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ نوید جمیل نے اپنی شاعری کے تیسرے دائرے کا آغاز اکیسویں صدی کے دروازے پر دستک دے کر کیا ہے۔ وہ اپنے گزشتہ کی طرح آئندہ کو بھی محبت کا پیغام دیتا ہے۔ اُمید کی وہ چمک جو موہوم سی دکھائی دیتی ہے اب اُس کے نقش اور گہرے ہو رہے ہیں۔ "یہ نئی صدی انسانی محبت کو نئی نئی جہتیں عطا کرے گی"، یہ نوید جمیل کی بشارت ہے۔

اُس نئی صدی میں بھی
وہ جو آنے والی ہے
تجھ سے پیار کرتا ہوں
دن بھی انتظار کے
میں شمار کرتا ہوں
اُنگلیوں پہ گنتی کا
پھر زمانہ لوٹ آیا

(اُنگلیوں پہ گنتی کا زمانہ)

نوید جمیل کے کلاسیکی پیش رووٴں میں میرؔ اور غالبؔ جیسے شاعر نظر آتے ہیں، جنہوں نے اردو شاعری کے تناظر کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ اقبالؔ اور جوشؔ کی شاعری نے چہار دانگِ عالم میں دھوم مچادی۔ خاص طور پر اقبالؔ کے فکر و فن نے ایک ایسی شمع روشن کی جو کسی بڑے سے بڑے طوفان سے بھی نہ بجھ سکے گی۔ پھر نئی شاعری نے ایک اور زبردست موڑ کاٹا۔ فیضؔ اور ندیمؔ جیسے

شاعروں نے اُردو شاعری کے دامن کو ہر لحاظ سے مالا مال کر دیا۔ آج کے نئے لکھنے والے اِس خزانے میں بیش بہا اضافے کر رہے ہیں اور کہکشاں در کہکشاں جگمگا رہے ہیں۔ نوید جمیل اِسی کہکشاں کا ایک روشن ستارہ ہے۔ "تری تلاش کا موسم" کی شاعری میں کہیں خود کلامی، کہیں سرگوشی، اور کہیں خاموشی میں صدا پیدا کرنے کا سا انداز ہے۔ موسیقی کی زبان میں اِس کے لہجے کے سُر مدھم ہیں، کومل اور ہلکے پھلکے ہیں، کہیں تلخی نہیں۔ بات منوانے کے لیے دباؤ نہیں، اختلاف میں تکرار نہیں بلکہ ایک جمہوری فضاء ہے۔ اپنی بات کہہ کر گزر جانے کا سلسلہ پھیلتا چلا جاتا ہے۔ فرسودہ تکنیکی شعبدہ گری نہیں، بات سمجھنے اور سمجھانے کے لیے شاعر نے اپنی تخلیقات کو نئے نئے سانچے دیئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نوید جمیل کی شاعری نئے اسالیب میں اضافے کا باعث ہوتی ہے۔ ایک خوبی اور جو اِس کی شاعری میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ نوید بات کو بڑے سہلِ ممتنع انداز میں کہتا ہے اور عام فہم، آسان اور سادہ انداز میں بات کرنا، ادق زبان، شکوہ الفاظ اور تکنیکی اُتار چڑھاؤ کے ساتھ شعر لکھنے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ نوید کی ساری شاعری اِس خوبی سے متصف ہے اور اُس نے کہیں بھی نئے پن، اُپج، اور اور جنیلٹی (Originality) کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

اِس کے بعد نوید کی شاعری کے چوتھے دائرے کا آغاز ہوتا ہے۔ یہاں دھیمے لہجے میں بات کرنے والا نوید رومانوی ہوتے ہوئے بھی اپنی جدتِ طبع کو ایک نیا رُخ دیتا ہے۔ وہ جو اپنے محبوب ہی کو سبھی کچھ سمجھتا تھا، اب اِس دائرے سے نکل چکا ہے۔ اُس کی شاعری کا کینوس نظر نظر پھیل رہا ہے۔ یہاں وہ اپنے نظریات کو اور کھل کر بیان کرتا ہے اور مسلسل انفرادیت سے اجتماعیت اور ذات سے کائنات کی طرف منزل منزل آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے۔ پہلے وہ "بسنت"، "پناہ گاہ" اور "سنجوگ" جیسی خوبصورت نظمیں لکھ کر فکر و فن کی نئی رفعتوں کو چھو چکا ہے اور اب وہ مقصدِ حیات کی طرف لوٹ رہا ہے۔

قیمتاً سستے کھلونے بیچنے والا وہ بچہ
جب ملے مجھ سے تو کہتا ہے بتاؤ

اِس جہاں کے ناخداؤ
کیا یہ میرا حق نہیں
میری ماں بھی مجھ کو پڑھنے کے لیے
اسکول میں داخل کرائے

(اقوامِ عالم کے خداؤ)

یہ نوید جمیل کی شاعری کا پانچواں دائرہ ہے۔ اب اُس کی محبت کا انداز عالمِ انسانیت کی محبت میں ڈھلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ دنیا اُس کے لیے وسیع ہو گئی ہے۔ اشیاء اب اُسے اور واضح دکھائی دینے لگی ہیں۔ مسئلے اور گھمبیر ہو گئے ہیں مگر وہ اپنی فنکارانہ منکسر المزاجی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اُس کے لہجے میں احتجاج کی ایک لہر تو ہے، مایوسی کا قہر کہیں بھی نہیں۔ کڑی سے کڑی صورتِ حالات میں بھی وہ اپنے عِلم و حِلم سے مسئلوں کو حل کرتا چلا جاتا ہے۔ نظم "جادوگر" میں کہتا ہے،

عجب ساحروں کی یہ جادوگری ہے
کہ سارے خزانے
ہمارے بنائے ہوئے نقشِ اُلفت
جو پتھر پر کندہ ہیں
اب اُس کی جادوگری سے مٹے جا رہے ہیں

(جادوگر)

اِس سے پہلے "آبِ حیات" میں وہ اِسی ساحر کی نشاندہی کر چکا ہے،
کوئی جادوگر اپنے ہاتھوں میں راتوں کی تصویر تھامے
میرے شہر میں آج داخل ہوا ہے
نہ جانے وہ کیا کچھ پڑھے جا رہا ہے
کہ جو لوگ بیدار کچھ دیر پہلے ہوئے تھے

وہ پھر سو گئے ہیں

(آبِ حیات)

میرا دل اُنہیں
موت سے زندگی کی طرف
کھینچ لانے کی خاطر
سفر کر رہا ہے

(آبِ حیات)

"آب حیات" اور "جادوگر" میں وہ ایک ایسے کردار کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو ملک و قوم پر مسلط ہو کر اِسے صدیوں پیچھے کی طرف لے گیا ہے۔ یہاں بھی نوید نے اِن ساحروں کی جادوگری کا توڑ محبت ہی کو بنا کر پیش کیا ہے۔ اب اُس کا شعور نئی منزلوں کی طرف گامزن ہے۔ "فصیلِ شہر پہ جنگ" اِس شعور کی ایک اور روشن مثال ہے۔

شہر میں کیا ہے
بے چارگی، بھوک، ننگ اور افلاس کے سانس لیتی ہوئی زندگی
جس کی گلیوں میں نفرت کا آسیب ہے
جس کے ہر موڑ پر اِک لُٹیرا کھڑا ہے
سرِ شام نیلام ہوتا ہے جسموں کا
اور رات ہی رات میں
روح کی ساری پاکیزگی روند دیتے ہیں وحشی لٹیرے
فصیلوں پر جو رقص کرتے ہوئے
کچھ دیئے ہیں
دیئے تو نہیں موت ہے

(فصیلِ شہر پہ جنگ)

آ کہ ہم دونوں مل کر
محبت کی بے پایاں طاقت سے
آگ اُگلتی ہوئی زرد وحشت کو نابود کر دیں
ساری دنیا کو
سچی محبت کی دنیا بنا دیں

(آگ میں لپٹا شہر)

اِس طرح نوید کی شاعری کا پانچواں دائرہ مکمل ہوتا ہے اور ایک بار پھر جب ہم پیچھے مُڑ کر دیکھتے ہیں تو محبت کے ساتھ اُمید، اُمید کے پہلو میں برائی سے جنگ کرنے کا عہد، اُس عہد کے بعد تلاش اور تلاش کے ہمرکاب جہاد کا جذبہ کار فرما ملتا ہے۔ نوید جمیل نے اپنے اظہار کے لیے نئی نئی تراکیب وضع کی ہیں، نئے نئے استعارے تراشے ہیں، نئی نئی علامتیں اور پیکر تراشی کے نئے منظر نامے اُبھارے ہیں۔ چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

قرآن کی چمکتی روشنی، پھول موسموں کی دید، پاؤں میں پھولوں کے سجدے، زیست کا خالی برتن، خاموشیوں کی چادرِ صد چاک، اچھی قسمت کے استعارے، ہاتھوں کی زندہ لکیریں، ٹیڑھی اور ادُھوری شاخوں کا جنگل، دھڑکن کی آبشار، چاہت کے بوسے، جدائی کے ٹھٹھرتے موسم، روشنی کا سائباں، وقت کی کالی چادر کو اوڑھے پہاڑ، لمحوں کی شہنائی، روشنیوں کا گنبد، اُنگلیوں پہ گنتی کا زمانہ، ساتویں سمت کے مسافر، نُور کی چادرِ پُر کیف، پھولوں کی بوندیں، محبت کی ہری فصل، چاہت کا آخری بوسہ، اَنا کے ہاتھی، موسوی آگ۔ یہ وہ چند مثالیں ہیں جو نوید کی نظموں میں جابجا ملتی ہیں۔ نوید جمیل کی شدتِ احساس کی دوسری تصویریں دیکھئے۔

ہم نے اتنے برس قید کاٹی
ہم نے زنداں کی دیوار پر شعر لکھے
ہم نے سچائی کی ہر کہانی رقم کی
ہم نے زنداں کی کالی سلاخوں کا لوہا پیا

اور اینٹیں چبائیں
پھر بھی زندہ رہے
اِک فقط
صبحِ فردا کی امید پر!

(صبحِ فردا کی امید)

شدتِ احساس کی دوسری تصویر، نظم "ہجرت کا منظر نامہ" میں نوید اپنے احساس و شعور کی فراوانی کو یوں بیان کرتا ہے۔

آ کہ ہم کود پڑیں
عشق کے بہتے ہوئے اِس دریا میں
اور جب پار اُتر جائیں تو پھر
روشنی اور تقدس کے جزیرے میں رہیں
ہم وہاں
اتنی محبت سے جئیں
پیار کریں
کہ ہمیں کوئی فنا کر نہ سکے

(ہجرت کا منظر نامہ)

"تری تلاش کا موسم" کی بیشتر نظمیں مثالی ہیں۔ یہاں میں اُن نوحوں کا ذکر کرنا چاہوں گا جن میں نوید جمیل کا خلوص، سادگی اور بے لوث محبت اپنے عروج پر ملتی ہے۔ پہلا نوحہ اُس کے بیٹے اَحسن کا ہے اور دوسرا نوحہ صاحبِ طرز خوبصورت شاعر احمد شمیم کا، جن کو پڑھ کر آنکھیں خود بخود نم آلود ہو جاتی ہیں۔ آخر میں اُن اشعار کا ذکر بھی کروں گا جو اِس مجموعے میں فردیات کے طور پر دیے گئے ہیں۔ ہر شعر ایک نظم بھی ہے اور شائد کسی غزل کا ایک شعر بھی ہو۔ پچیس کے قریب یہ اشعار اپنے اندر تہ در تہ کہانیاں لیے ہوئے ہیں۔

فیضؔ صاحب نے ایک بار کہا تھا، "احمد ظفر، اچھی شاعری کے لیے لفظ کی پہچان ضروری ہے"۔ قاسمیؔ صاحب نے ایک بار فرمایا، "میں جو کچھ قارئین کے حوالے کرتا ہوں اُس کی مکمل ذمہ داری لیتا ہوں" اور مشہور ترقی پسند نقاد ممتاز حسینؔ نے کہا، "شاعر کی اُٹھان ہی اُس کی شاعری کا نقطۂ عروج بھی ہوتی ہے"۔ نوید جمیل میں یہ تینوں خوبیاں موجود ہیں۔

احمد ظفر

ستمبر 1993

حمد

تُو صحرا کے پیاسے سرابوں کو
بارش سے بھر دینے والا
تُو کالی رُتوں کو
فنا کرنے والا
تُو انساں کے دل کو
خدا کرنے والا
سُنا ہے
کہ موجوں کی
ساری اداؤں میں تُو ہے
بہاروں، خزاؤں، فضاؤں میں تُو ہے
گئے موسموں کی
ہواؤں میں تُو ہے
تُہی بحر و بر کا خدا ہے
تُہی رہنما ہے
جو میں نے سُنا ہے

یہی سچ ہے یارب
مجھے اپنی دانائی دے دے
کہ میں خود کو پرکھوں
کہ میں تجھ کو سمجھوں
مجھے اپنی بینائی دے دے
کہ میں تجھ کو دیکھوں
کہ میں تجھ کو پاؤں

★

صحیفہ

تُو مری زندگی کا مقدس صحیفہ
تجھ میں لکھی ہوئی ہے
مری داستاں
جب میں دنیا سے گھبرا کے رونے لگوں
راہ کھونے لگے
روح جلنے لگے
دل بھٹکنے لگے
عقل عیار و مکار ہونے لگے
جسم گھلنے لگے
میں بہت پیار سے
طاقچے سے اُٹھاؤں تجھے
اور پڑھوں داستاں
اپنی منزل کا میں
تجھ میں ڈھونڈوں نشاں

★

خدا

صحراؤں کے قہر میں تُو
پتھر، موتی، بحر میں تُو
موسم کی ہر لہر میں تُو
میرے دل کے شہر میں تُو
اور
مرے محبوب کی روشن آنکھوں کے
ہر سحر میں تُو

★

ہم اپنی ذات کے آذر کو پہلے پہچانیں
پھر اُس کے بعد براہیم کی تلاش کریں

ناتمام

جی کرتا ہے
ہر اِک رات
میں
یوں ہی دَھرنا مارے
خواہش تیری دید کی لے کر
سوچتا جاؤں
تیری ذات کے سب دروازے
ہولے ہولے کھولتا جاؤں
موتی موتی رولتا جاؤں
جب تک تیری تھاہ نہ پاؤں
جی کرتا ہے

★

پہلی دُعا

مری شریکِ عبادت
مری شریکِ وفا
بس ایک سجدہِ آخر
بس ایک پہلی دُعا
"ہمارے پیار کی سچی عبادتوں کے خدا
ہمیں بھی معجزہِ ذات کا نصیب ملے
ہماری روح کو جسموں کو بھی صلیب ملے
ہمارا روپ بھی اعجازِ حُسنِ کامل ہو
ہمیں بھی اب کوئی معراجِ عشق حاصل ہو
ہمارے پیار کی سچی ریاضتوں کے خدا
یہی ہے سجدہِ آخر
یہی ہے پہلی دعا"

★

اپنے گھر، اپنے وطن کے لئے دُعا

جس کے لوگوں میں
محبت، پیار ہو، ایمان ہو
جس کے کمروں سے
چمکتی روشنی قرآن کی آتی رہے
جس کی دیواروں پہ
سارے عِلم و فن
اور عظمتوں کے قاعدے تحریر ہوں
جس کی کھڑکی سے
کچھ ایسا دن چڑھے
جس کی نہ کوئی رات ہو
پھر بھی ستاروں کی حسیں بارات ہو
جس کے آنگن میں
کھلیں کلیاں، گُلوں سے بات ہو
جس کے ماتھے پر خدا کا نام ہو
جس کے باہر اَمن کی ہر شام ہو
جس کے میدانوں، پہاڑوں اور

دریاؤں، ہواؤں میں
شہیدوں کی
مہکتی زندگی کے رنگ بکھرے ہوں
جس کے صحرا میں
سمندر میں
ہمارے جانثارانِ وطن
جاں لُٹانے میں
فخر محسوس کرتے ہوں
اے خدا، میرے خدا
وقت کے اَلبم میں
میرے گھر کی ایسی دلنشیں تصویر ہو
قائد کے فرمانوں کی اِک تحریر ہو
اقبال کے خوابوں کی اِک تعبیر ہو
قرآن کی تفسیر ہو
عشقِ رسولِ پاک سے روشن منور
میرا گھر، میرا وطن اِک خطہِ تنویر ہو
ناقابلِ تسخیر ہو
ناقابلِ تسخیر ہو

★

جنم جنم

یہ دل کی آنکھیں
جدھر بھی دیکھیں
نظر کے آگے
ہزار چہرے
فلک کا زیور
یہ چاند تارے
زمیں کے آنگن میں
پھول پیارے
یہ سب مجھی کو پکارتے ہیں
"ہمیں بھی دیکھو، ہمیں بھی چاہو
کھڑے ہیں کب سے
خدا کی صورت
تمہارے آگے
بقا کی صورت"

★

حسین، اُداس لمحے

میں آنے والے حسین لمحوں کا پیش بیں ہوں
میں اپنے اندر
حسین خوابوں کو جسم دے کر
جمیل لمحوں کا منتظر ہوں
میں کتنا بھولا ہوں، کتنا سادہ
میں جانتا ہوں
حسین خوابوں کے ننگے جسموں کو
خوبصورت لباس دینے سے کچھ نہ ہو گا
کہ خواب لمحوں میں
اور حقیقت کے خارزاروں میں
کتنی صدیوں کا فاصلہ ہے
میں سوچتا ہوں
میں آنے والے حسین لمحوں کا پیش بیں ہوں
کہ آنے والے اُداس لمحوں کا نوحہ گر ہوں

★

آرزو

زندگی کی تمام راہوں میں
روشنی کے کشِید ہونے تک
پھول موسم کی دِید ہونے تک
راحتوں کی نوید ہونے تک
عمر بھر تیرا ساتھ چاہتا ہوں
ہاتھ میں تیرا ہاتھ چاہتا ہوں

★

تیری آنکھوں میں یوں اُتر جاؤں
جیسے آیت کوئی اُترتی ہے

سوغات

تیری زُلفیں خوشبو راتوں کی
تیری آنکھیں ساون پیاسا
تیرا چہرہ ایک کہانی سا
تیرے پاؤں میں سجدے پھولوں کے
تیرے پاس سبھی کچھ ہے لیکن
تیرے پاس کوئی سوغات نہیں
تیرے ہات میں میرا ہات نہیں

★

ترے بغیر

ترے بغیر
مری زندگی تو کچھ بھی نہیں
ترے بغیر
تو میں ڈوبتی سی کشتی ہوں
میں سوچتا ہوں
کہ اِن نفرتوں کے دریا سے
میں کیسے ڈوب کے نکلوں
ذرا بتا تو سہی !
ڈوبتی ناؤ کو بچا تو سہی۔۔۔!

ترے بغیر
تو میں ایک ایسا تارا ہوں
جسے چمکنے دَمکنے کی آرزو ہے مگر
ترے بغیر
میں اِس ظلمتوں کے جنگل میں
کہاں سے روشنی لاؤں

ذرا بتا تو سہی!

روح کو جلا تو سہی۔۔۔!

ترے بغیر

تو میں ایک ایسا چہرہ ہوں

جسے نکھرنے سنورنے کی آرزو ہے مگر

جو دُھول اِس پہ پڑی ہے

وہ کیسے صاف کروں

ذرا بتا تو سہی!

رُخِ زیبا مجھے دِکھا تو سہی۔۔۔!

ترے بغیر

تو میں ایک ایسا دل ہوں جسے

دَھڑکنے اور تڑپنے کی آرزو ہے مگر

جو تو سُنے نہ یہ آواز

تو میں کیوں دَھڑکوں

ذرا بتا تو سہی!

میرے دل کو کبھی دُکھا تو سہی۔۔۔!

ترے بغیر

تو میں ایک ایسا شاعر ہوں

جسے وصالِ محبت کی آرزو ہے مگر

ترے بغیر

میں کس سے کہوں

میں کیا لکھوں

ذرا بتا تو سہی!

شاعری

تُو مجھے سنا تو سہی!

قریب اور قریب

آ تو سہی۔۔۔!!

★

پُکار

میں نے
زیست کے کاغذ پر
پیار کی
اِک تصویر بنائی
ازل ابد کی
ساری خوشیاں
دَھنک کے سارے رنگ
ہیں اِس میں
اِس تصویر کے
اِک گوشے میں
چھوٹا سا اِک پیارا گھر ہے
جس کی ساری دیواروں پر
سُوندھی سُوندھی خوشبو والی
اَمر محبت کی بیلیں ہیں
میرے پیار کی یہ تصویر
تمہارا رستہ دیکھ رہی ہے

میرے پیار کی اِس تصویر کو
اپنے دل دروازے پر
آویزاں کردو
میری زیست کا خالی برتن
اپنے پیار کے اَمرت زہر سے
آکر بھر دو

★

فیصلے کا کرب

کسی کے ساتھ چلے تُو
مجھے گوارا نہیں
میں تیرے ساتھ چلوں
یہ تیرا اشارہ نہیں
اگر یہی ہے مسافت کی پہلی دشواری
تو کیوں نہ ٹھہر کے کچھ دیر فیصلہ کرلیں
کہ کس کے ساتھ کسے کس طرف نکلنا ہے
سفر میں ہم نے کہاں راستہ بدلنا ہے؟
یہی ہے فیصلہ کرنے کا آخری لمحہ
یہ ایک لمحے کا دُکھ ہے جو ہم کو سہنا ہے
پھر اِس کے بعد ہمیں ساتھ ساتھ رہنا ہے

★

کہیں تو میرا ساتھ دو

زمین ہو کہ آسماں
کہیں بھی کوئی جنگ ہو
جنگ، چاہتوں کی نفرتوں کے ساتھ جنگ
جنگ، روشنی کی ظلمتوں کے ساتھ جنگ
کسی محاذ پر تو میرا ساتھ دو
کہیں تو میرے ہاتھ میں
تمہارا نرم ہاتھ ہو

★

ہاتھ میں ہاتھ لے کے چلنا ہے
رات کو صبح میں بدلنا ہے

ہم

کسی کو
کسی کی
ضرورت نہیں
مگر میں
مگر تُو!

★

تم اِک آزاد لڑکی ہو

تمہیں کس نے کہا ہے
سرد موسم میں
کہیں باہر نہ نکلو
اپنے حُجرے میں
سُکڑ کر بیٹھ جاؤ
اور ٹھٹھرتی رات سے
ڈرتی رہو
دل کی باتیں
دل میں رکھو
اور یونہی مرتی رہو!

○

تمہیں کس نے کہا ہے
تم جہانِ بے محبت کے
رواجوں سے ڈرو
خاموشیوں کی
چادرِ صد چاک اوڑھو

آنے والے وقت کے ہاتھوں میں
اِک بے جان گڑیا کی طرح زندہ رہو!

○

تم تو اِک آزاد لڑکی ہو
تمہیں تو
میرے قدموں سے قدم اپنا ملانا ہے
کہ ہم نے مل کے اپنا راستہ
خود ہی بنانا ہے

★

خوبصورت

یہ سب نظر کا ہے ایک دھوکا
اِسی لیے تو
نہ اُس کے چہرے پہ گوراپن ہے
نہ اُس کی زلفوں میں روشنی ہے
نہ اُس کی آنکھوں میں چاند تارے
نہ اُس کے ہاتھوں پہ اچھی قسمت کے استعارے
نہ اُس کے پاؤں میں جھانجھریں ہیں
مگر
دل اُس کا بہت حسیں ہے
کہ
دل کی دھڑکن میں انگبیں ہے
میں سوچتا ہوں
کہ میری منزل یہیں کہیں ہے

★

تُو ہی تُو

مرا خدا ہے
گواہ میرا
میں جس کے صدقے
سبھی نظاروں کو چاہتا ہوں
سبھی بہاروں کو چاہتا ہوں
میں اپنے یاروں کو چاہتا ہوں
سبھی ستاروں کو چاہتا ہوں
میں جس کے صدقے
ازل ابد کی
محبتوں کے
سبھی زمانوں کو چاہتا ہوں
ازل ابد کی
روایتوں کے
سبھی فسانوں کو چاہتا ہوں
وہ تُو ہی تُو ہے
جو میرے دل میں

بسی ہوئی ہے
جو میرے دل کی
ہر ایک دھڑکن میں
روح بن کر رچی ہوئی ہے
مرا خدا ہے گواہ میرا
وہ تُو ہی تُو ہے
وہ تُو ہی تُو ہے

★

اکائی

میرے لیے
اے جانِ تمنا
اِس دنیا کی ہر سچائی
سارے مِیت
پیار کہانی کا ہر گیت
تجھ سے ہے
تُو، مجھ سے ہے

★

میرے لئے

دشت وصحرا میں
کسی لیلیٰ محمل کی
صدا باقی ہے
سبزہ زاروں میں
کسی ہیر کی
پاکیزہ وفا باقی ہے
ہر طرف میرے لیے
حُسن وادا باقی ہے
پھر بھی تُو میری محبت ہے
مری جان ہے تُو
زندگی میرے لیے
تیری رفاقت کے سوا کچھ بھی نہیں۔۔۔!

★

تُو مری زندگی

تیرے ہاتھوں کی
زندہ لکیروں سے
اپنا مقدر بنوں
تیری آنکھوں سے
آبِ محبت پیوں
تیرے کلیوں سے ہونٹوں کے
رنگ اَوڑھ لوں
تیرے ماتھے پہ
اپنی وفاؤں کے بوسے سجاتا رہوں
تیری زلفوں کے
سائے میں بیٹھا رہوں
تیرے نازک بدن کا
سہارا بنوں
اور زندہ رہوں

★

عمر قید

مجھ کو اکثر ایسا لگتا ہے
جیسے تیرے پیار کے
پکے دھاگوں نے
میری روح کے گرداگرد
سچے پیار کے جذبوں کا
اِک جال بُنا ہے
اور میں
اُس میں قیدی ہوں۔۔۔!

★

پہلے وہ میرے جسم کا مخملیں لباس بنا
پھر ایک دن یہ روح بھی تبدیل ہو گئی

دو انمول لمحے

اُس لمحے کی کوئی بھی قیمت
اُس لمحے کا کوئی بھی مول نہیں ہو سکتا
جس لمحے میں دو دل مل کر
دنیا کو ٹھکرا دیتے ہیں
پیار کی منزل پا لیتے ہیں

○

اُس لمحے کی کوئی بھی قیمت
اُس لمحے کا کوئی بھی مول نہیں ہو سکتا
جس لمحے میں دو دل ٹوٹ کے
اِک دن یوں ہی مر جاتے ہیں
پیار کو زندہ کر جاتے ہیں

★

نئے سال کا پہلا وعدہ

گزرتے ہوئے
سال کی آخری
اور نئے سال کی
اولیں ساعتوں کی قسم
مرا تجھ سے وعدہ رہا
وقت چاہے کسی سمت بہتا رہے
زمانہ مجھے کچھ بھی کہتا رہے
میں ہمیشہ اُسی سمت میں جاؤں گا
جس طرف ہو گی تُو
اور ترا پیار بھی
تیرے پاؤں کی
جھانجھر کی جھنکار بھی
تیرے ہونٹوں کی
کلیوں کی مہکار بھی
تیرے ماتھے کی
بندیا کی چمکار بھی

تیری آنکھوں کا
چُبھتا وہ انداز بھی
تیرے دل کا
وہ بجتا ہوا ساز بھی
تیرے آنچل کی
لہروں کا وہ جوش بھی
تیری بانہوں کی
آسودہ آغوش بھی
تیری زلفوں کی
مہکی ہوئی چھاؤں بھی
ہاں اُسی سمت ہو گا
مرے عشق کا گاؤں بھی!

★

قیس

تیری دِید کی خاطر کب سے
صحرا میں سورج کے نیچے
تیرے پیچھے بھاگ رہا ہوں
اپنی گود میں خود سو جاؤں
جانے کب سے جاگ رہا ہوں!

★

آنے والے دَور کو ہر طور اچھا دیکھنا
رَیت کے صحرا میں رہنا اور دریا دیکھنا

نئے سال کی پہلی نظم

اے مرے جسم و جاں کی وفا
میری گزری ہوئی چاہتوں کی اَمیں
آنے والی محبت کی اے نازنیں!
مبارک ہو تجھ کو
نیا سال بھی
اور نئے سال کی
ہر گھڑی ہر ادا بھی مبارک تجھے

اے مری مونس و ہم نوا!
بیتے لمحوں میں جو بھی ہوا بھول جا
ماسوائے محبت
کہ اِس کو بھلانا بڑا جرم ہے
اپنے مری روشنی
اے مری زندگی
آ مری دوستی کے شبستاں میں آ
آ مری روح میں ڈوب جا

آ مرے دل کے آئینہ خانے میں آ
آ مری آنکھ میں اپنا جادو جگا
آ مرے پاس آ
آ کہ ہم سالِ نو کی طرح پھر ملیں
پھر یہ وعدہ کریں
ہم ہمیشہ محبت کریں گے
ہم ہمیشہ محبت کریں گے
ہمیشہ ہمیشہ محبت کریں گے

★

کتاب

میری زندگی کی کتاب میں
تیری زندگی کی کتاب میں
کہیں پیار کا نہیں تذکرہ
میں تجھے بھی
اپنی کتاب دوں
تو مجھے بھی
اپنی کتاب دے
میں تجھے بھی
پیار کے لفظ دوں
تو مجھے بھی
پیار کے لفظ دے
ہو مری کتاب میں
ہر طرف
ترے پیار کا
کوئی تذکرہ
ہو تری کتاب میں

ہر طرف
مرے پیار کا
کوئی سلسلہ
وہ جو کل تلک
میری زندگی کی کتاب تھی
نہ میری رہی
وہ تری ہوئی
وہ جو کل تلک
تری زندگی کی کتاب تھی
نہ تری رہی
وہ میری ہوئی

★

میرے لیے اُس کی پہلی نظم

آپ ہی کی محبت
مرے پاس ہے
آپ ہی کا سہارا
مری آس ہے
آپ ہی
میری جاں ہیں، مرا جسم ہیں
آپ ہی
میری پہچان ہیں، اِسم ہیں
آپ ہی
میرے اندر کی بینائی ہیں
آپ ہی
میرے جذبوں کی سچائی ہیں
آپ کے ہاتھ میں
اب مرا ہاتھ ہے
آپ کا ساتھ ہے
تو خدا ساتھ ہے

آپ ہی کے لیے ہے
مری زندگی
آپ ہی کے لیے ہے
مری بندگی
میں جیوں اور جیوں
آپ ہی کے لیے

★

جیومیٹری

میں فقط نقطۂ زندگی
میرے چاروں طرف
تیری چاہت کے
پھیلے ہوئے دائرے
اور سبھی دائروں کا قُطر
تیرا پیار

★

جس نے ہم کو پیار کا بخشا شعور
زندگی میں اُس سے اچھا کون ہے!

دو منظر

رِم جِھم رِم جِھم
ساون برسے
یا پھر ہولے ہولے
تیرے میٹھے میٹھے
پیار کی بوندیں ٹپکیں
دونوں منظر
اِک جیسے ہیں

★

پیار کا پہلا منظر

ٹھنڈی ٹھنڈی شام کی چھایا
دِ ھیمی دِ ھیمی دل کی دھڑکن
مدھم مدھم دِیپ نظر کے
ہلکی ہلکی آگ لگن کی

یہ تھا

تیرے میرے پیار کا

پہلا، پہلا، پہلا منظر

★

جاناں

میری آنکھ سے
تیری آنکھ کے
آنسو ٹپکیں
تو میں جانوں
تو میں سمجھوں
مجھ کو تجھ سے
سچا پیار ہے جاناں

★

ڈوبتے سورج کا منظر دیکھنا
اپنی آنکھوں میں سمندر دیکھنا

پیار کی لوری

برسوں پہلے
تم نے لوری دی
تو ہم آرام سے سوئے
پیار بھری بستی کو
ہم نے خواب میں دیکھا
تب سے اب تک
خواب میں ہیں ہم
ہمیں جگانا مت

★

اندیشہ

تجھ کو اپنانے سے پہلے
کتنا خوش تھا
تجھ کو پانے پر بھی
خوش ہوں
اپنی قسمت پر نازاں ہوں
لیکن تجھ کو حاصل کر لینے کے بعد
تیرے کھو جانے کا ڈر ہے!

★

میں جو تمہارے واسطے کل تھا وہ اب نہیں
منظر تمہاری آنکھ کا کتنا بدل گیا

ہونے نہ ہونے کا دکھ

وقت کی ظالم گھڑیاں ہیں جو
چلتی جائیں، چلتی جائیں
سوئیاں کبھی نہ رُکنے پائیں
یہ تو اپنے سے بھی پیچھے
سب کو چھوڑ، نکلنا چاہیں
جب تُو پاس مرے ہوتا ہے

پھر وہ لمحہ بھی آتا ہے
جب یہ سوئیاں چلتے چلتے
یک دم، دَھک سے رُک جاتی ہیں
وہ لمحہ تو تب آتا ہے
جب تُو پاس نہیں ہوتا ہے

★

مرا ہاتھ، اِک جنگل

دیکھوں جب بھی
اِن ہاتھوں کی
ٹیڑھی اور اَدھوری شاخیں
سوچوں اور کھو جاؤں
سوچ رہا ہوں
یوں ہی جیون کے رستے میں
ہولے ہولے
چلتے چلتے
ٹیڑھی اور اَدھوری شاخیں
دل کا نوِشتہ بن جاتی ہیں
سوچتے سوچتے
کھو جاتا ہوں
ڈر لگتا ہے
جس کو میں نے پیار کیا ہے
وہ بھی کہیں
اِن ٹیڑھی اور اَدھوری

شاخوں کے جنگل میں
ڈوب نہ جائے
وہ شاخیں جو
ہولے ہولے
چلتے چلتے
دل کا نوِشتہ بن جاتی ہیں
وہ شاخیں
کہیں اُس کو مجھ سے
چھین کے دوری کے صحرا میں
قید نہ کر دیں
اور ہم دونوں
صحراؤں کی تھاہ نہ پائیں
راہ نہ پائیں
ڈر لگتا ہے!

★

کیسے۔۔۔!

تُو میرا عزم، مرا آہنی یقین بھی تُو
تُو میری آنکھ، مری سوچ کی اَمین بھی تُو
تُو میری صبح کا تارا، مرا چراغ بھی تُو
تُو میری راہ، مری منزلِ مُراد بھی تُو
تُو میرا دل، مری دھڑکن کی آبشار بھی تُو
تُو میری جنگ، مری جیت، میری ہار بھی تُو
مجھے بتا، میں تجھے کیسے بھول سکتا ہوں!
تیرے لئے تو میں سولی پہ جُھول سکتا ہوں!

★

موت

اُس کی آنکھیں دیکھتی ہیں
اُس کے ہونٹ بھی ہلتے ہیں
اُس کے کان بھی سنتے ہیں
ذہن بھی اُس کا زندہ ہے
اُس کے جسم کے ہر حصے میں
خون کی حرکت جاری ہے
لیکن اُس کا دل مردہ ہے

★

کہانی

درد کی
چِتاؤں میں
میرا دل
جلتا رہا
اور تم
ہنستے رہے!

★

جھونک کر مجھ کو دہکتی آگ میں
کس قدر خوش ہے زمانہ، دیکھنا!

ایک محبت کے دو روپ

مجھے تم سے محبت ہے
اُسے بھی
جو مرے اندر
چھپا بیٹھا ہے
تم سے پیار کتنا ہے
یہ سب تم جانتی ہو

○

مجھے اب
تم سے نفرت ہے
مگر اُس آدمی کو
جو مرے اندر چھپا بیٹھا ہے
تم سے پیار اتنا ہے
کبھی
پہلے نہ تھا جتنا
مجھے
اتنا بتا دو

کون تھا وہ
کل جو تم سے پیار کرتا تھا؟
کون ہے وہ
اب جو تم سے پیار کرتا ہے؟

★

حادثہ

میری آنکھیں
دیکھ نہ پائیں
میرے کان بھی
سننے سے محروم ہوئے ہیں
عقل کے روشن دروازے بھی
بند ہیں سارے
ہونٹ بھی میرے
چپ ہیں لیکن
دل کی دھڑکن
تیز ہوتی ہے
یوں لگتا ہے
اِس دنیا میں
پیار کا کوئی سچا رشتہ ٹوٹ گیا ہے

★

انداز

نہ میری دھڑکنیں سُننا
نہ آنکھوں ہی سے کچھ کہنا
نہ میری راحتیں لینا
نہ اپنے غم مجھے دینا
نہ کوئی فیصلہ کرنا
یہ سب باتیں تمہاری ہیں
مگر تم پھر بھی کہتی ہو
"تمہیں مجھ سے محبت ہے!"

★

دشمن

جسے پیار کرنا
محبت میں
نفرت سے لڑنا
سکھایا تھا ہم نے
ہمیں اُس کی چاہت کے جذبوں کی
خواہش ہوئی تو
وہی اپنا ساتھی
تھا دشمن ہمارا
وہی
اپنے مدِ مقابل کھڑا تھا!

★

مجھے گماں تھا کہ وہ مجھ سے پیار کرتا ہے
پر ایک شام وہ دشمن کے ساتھ بیٹھا تھا

قتل

جس نے چاہا تھا تجھے اپنی محبت کی طرح
جس نے پوجا تھا تجھے سچی عبادت کی طرح
جو زمانے سے نہ ڈرتا تھا، نہ گھبراتا تھا
جو ترے ساتھ سرِ بزم نظر آتا تھا
وقت سے آنکھ ملا کر جو جیا کرتا تھا
پھول زخموں کو جو کانٹوں سے سِیا کرتا تھا
روشنی بن کے ترے دل میں جَلا کرتا تھا
دل کے مندر میں ترے ساتھ رہا کرتا تھا
"پیار بھی ایک عبادت ہے"، کہا کرتا تھا
اپنے انداز میں جو تیری ادا جیسا تھا
جو وفاؤں کا پجاری تھا وفا جیسا تھا
تیری تخلیق تھا وہ تو نے جسے خود ہار دیا
تو نے انجانے میں اُس شخص کو کیوں مار دیا

★

جاگتی آنکھوں کے خواب

میں نے جاگتی آنکھوں سے
راتوں کی تاریکی میں
اُس کے مستقبل کے
کتنے سچے خواب بُنے
لیکن اُس نے
صبح کے ہونے سے کچھ پہلے ہی
گھر کی جلتی انگیٹھی میں
سارے خواب جلا ڈالے!

★

کج ادا

ترے ہر سِتم کو
ہر اِک بے رُخی کو
محبت کی کوئی ادا جان کر
چُپ رہے، سَہہ گئے
اور تُو نے ہمیں
ایک معصوم سی بھُول پر
"بے وفا" کہہ دیا
سوچ، کیا کہہ دیا۔۔۔!

★

پیار کا غم

غمِ ہستی
غمِ دنیا
غمِ دل
مجھ کو پیارا ہے
ہر اِک غم
کہ ہر اِک غم سے ہے وابستہ
تیرے پیار کا غم

★

بچھڑ جانے سے پہلے

کہ تم نے
خواب بُننے ہیں
کہ تم نے
پھول چننے ہیں
کہ تم نے
تتلیوں کے، خوشبوؤں کے ساتھ رہنا ہے
کہ تم نے
پانیوں میں موتیوں کے ساتھ بہنا ہے
کہ تم نے
روشنی بن کر اُبھرنا ہے
کہ تم نے
زندگی بن کر نکھرنا ہے
یہی ہونا ہے اِک دن
اور ہو گا بھی یہی
لیکن
بچھڑ جانے سے پہلے

تم مجھے
اپنا ہر اِک غم
تحفتاً دے کر
مری سب
راحتیں لے کر
میرے ماتھے پہ
اپنی چاہتوں کا
آخری بوسہ سجا جانا
مجھے اپنا بنا جانا

★

نیند اور رَت جگے

بچھڑنے والی
سوال آنکھوں میں
رَت جگے تھے
مگر میں
اُن کو سمجھ نہ پایا
کہ میں تو
سو کر
ابھی اُٹھا تھا

★

دل تو چاہے کہ بھول جاؤں تجھے
دل کی ہر بات کس طرح مانوں!

دمِ رخصت

میرے چہرے پر
تمہارے حُسن ہی کا نُور تھا
تم نے لیکن
وقتِ رخصت
آنکھ اُٹھا کر
مجھ کو
دیکھا ہی نہیں!

★

اِس سے پہلے

اِس سے پہلے
کہ میں بدل جاؤں
اپنی ہر بات
بھول جاؤں میں
اپنی صورت کو بھی نہ پہچانوں
اپنا ہر عہدِ دوستی بُھولوں
تم بھی مجھ کو
پرائی لگنے لگو
تم سے میں
بے وفائی کرنے لگوں
لوٹ آؤ، مرے مسافر تم
لوٹ آؤ، مرے مسافر تم!

★

ناخدا

ہم سے اُن کو
آج نفرت ہے تو کیا
ہم ہی ہوں گے
جن کو وہ چاہیں گے کل
اور اِک دن
ہم ہی اُن کے
ناخدا کہلائیں گے

★

جدائی

تم وہاں ہو
ہم یہاں
اور اپنے درمیاں
رابطے کی
کوئی صورت ہی نہیں!

★

مجھے صلیبِ محبت پہ کھینچنے والے
مرے مزارِ محبت کو آج پوجتے ہیں

حاصل

دُور رہ کر تمھیں کیا ملا!
دُور رہ کر ہمیں کیا ملا!!
دُوریاں، فاصلے!!!
ہاں مگر
قربتیں، چاہتیں
پاس آنے،
گلے سے لگانے کی خواہش

★

جدائی کے ٹھٹھرتے موسم

جدائی میں
ٹھٹھرتے موسموں کی
برف ہوتی شام میں
جب بھیگ جاؤ تم
تو ایسے میں
مری چاہت کی چادر
اوڑھ لینا
زیرِ لب
دِھیرے سے میرا نام لینا
اور سو جانا

★

وقت کی دیوار

تجھے
میری ضرورت ہے
مجھے
تیری ضرورت ہے
نہ جانے کس کو
کس کی
کون کی صورت میں
کتنی ہی ضرورت ہے؟
مگر ہم دُور ہیں
اِک دوسرے سے دُور ہیں
مجبور ہیں
اور اپنے درمیاں
اِک وقت کی دیوار حائل ہے

★

اُنگلیوں پہ گنتی کا زمانہ

(اکیسویں صدی کے نام)

اُس نئی صدی میں بھی
اب جو آنے والی ہے
لمحے انتظار کے ہیں
سب شمار کرتا ہوں
اُس نئی صدی میں بھی
اب جو آنے والی ہے
تجھ سے پیار کرتا ہوں
اُنگلیوں پہ گنتی کا پھر زمانہ لوٹ آیا

★

خرابہ

دل اِک شہرِ تمنا تھا
تیرے جانے سے
ایسا برباد ہوا
جیسے پھر
آباد نہ ہو گا
صدیوں تک

★

جب ہم سرِ بازار بکِے، وہ بھی کھڑا تھا
خاموش، مگر ہاتھ میں کشکول اُٹھائے

پَت جَھڑ

ہوائیں گرم ہیں
اور دوستی کا
کوئی نغمہ بھی نہیں
روشنی کی
کوئی آہٹ بھی نہیں
اور خوشبو کا
کوئی موہوم جھونکا بھی نہیں
گندمی مٹی بھی سوکھی ہے
اور بارش بھی نہیں ہوتی
اور اِس موسم میں
ہم بھی دُور ہیں
ہمارے بھی دلوں میں
اِن دنوں
پَت جَھڑ کا موسم ہے

★

یک جان

جسم بھی اپنے جُدا ہیں
روح بھی اپنی جُدا
دیکھنے میں بھی جُدا ہیں
سوچنے میں بھی جُدا
اپنے رستے بھی جُدا ہیں
اپنی منزل بھی جُدا
پھر بھی
یوں لگتا ہے اکثر
جیسے تُو میرے سوا کچھ بھی نہیں
جیسے میں تیرے سوا کچھ بھی نہیں

★

جواز

زندگی، صحرا کی جلتی دھوپ میں سایہ ترا
زندگی، جلتے ہوئے زخموں پہ اِک مرہم تری
زندگی، کالی اماوس رات میں
روشن ستاروں سی یہ دو آنکھیں تری
زندگی، نفرت بھرے لوگوں کی دنیا میں
محبت سے بھری باتیں تری
زندگی
تُو زندگی، تُو زندگی
تیرا ہونا
میرے ہونے کا جواز
ہم نہیں سربستہ راز!

★

بدلتے موسم

کیسے کیسے گیت لکھے تھے
کیسے کیسے خواب بُنے تھے
سب گیتوں میں
نام تھا اُس کا
سب خوابوں میں
اُس کی خوشبو
بسی ہوئی تھی
لیکن مجھ کو
اب وہ نام بھی
یاد نہیں ہے
اب خوابوں میں
وہ خوشبو
آباد نہیں ہے
شاید اپنے پیار کا موسم
بیت گیا ہے!

★

نہ جانے کب!

کتنی آہیں ہیں
جو سینوں میں دبی ہیں
کتنے شکوے ہیں
جو زیرِ لب رُکے ہیں
کتنی باتیں ہیں
جو آنکھوں میں چھپی ہیں

نہ جانے کب
سُنی جائیں گی آہیں!

نہ جانے کب
کہی جائیں گی باتیں!

نہ جانے کب
کئے جائیں گے شکوے!

★

سُقراط کے راستے پر

زندگی

زہر کا پیالا ہے

جس کو پی کر

ہمیں سنبھلنا ہے

پاؤں تھک جائیں

پھر بھی چلنا ہے

★

مجھے رازِ حقیقت کھولنے دو

پھر اِس کے بعد مجھ کو مار دینا

تم یاد آئے

جب شام ہوئی
جب پنچھی لوٹ کے گھر آئے
جب لوگوں کے دل گھبرائے
تم یاد آئے

○

جب خاموشی نے
دروازے پر دستک دی
جب تنہائی نے
دل تڑپایا
جب ویرانی نے
پیار بھرا سا گیت سنایا
تم یاد آئے

○

جب میری کہانی
عام ہوئی
جب شہر میں

تیری بات ہوئی

جب رات ہوئی

تم یاد آئے

○

جب پچھلے پہر سناٹا تھا

جب خواب میں

تم نے ساتھ دیا

جب ہاتھ میں

تم نے ہاتھ دیا

تم یاد آئے

○

جب چاند ستارے ڈوب گئے

جب دنیا کے ہنگاموں نے

مجھے آن لیا

جب دن نکلا

تم یاد آئے

★

بُھول

تم کو دیکھا
تو پہلی چوٹ لگی
تم کو چاہا
تو دل کا خون ہوا
تم کو پایا
تو خود کو کھو بیٹھے
ہم سمجھتے تھے
زندگی تم ہو!

★

وہ ہمی تھے کہ جان دے بیٹھے
ورنہ تجھ میں تو کوئی بات نہ تھی

تُو

اِک تقدس ہے
ترے چہرہ پرنُور کی جاں
اِک محبت کے جزیرے کی ہوا ہے
تری آنکھوں کے سمندر میں رواں
اِک وفا رنگ، مہکتی ہوئی کلیوں کی ادا ہے
ترے ہونٹوں کے کناروں پہ جواں
اِک ستارے کی چمک ہے
ترے مہتاب سے ماتھے پہ عیاں
اِک اُجالا ہے
تری زلف کے جنگل میں فروزاں، رقصاں
اے مرے حُسن جہاں
میں نے تنہائی میں جب بیٹھ کے سوچا ہے تجھے
اپنی تحریر میں پھر شوق سے لکھا ہے تجھے

★

دوسرے جنم میں

ہم دو دل ہیں
لیکن اِن میں
دَھڑکن، چاہنے والوں کی
تُو صحرا کی لیلیٰ سی
دریاؤں کی سوہنی ہیر
میں ترا مجنوں، تیرا پنوں
میں مہینوال بھی، رانجھا بھی
آ، ہم دونوں
دریا پار نکل جائیں
آ، صحراؤں میں کِھل جائیں
آ، ہم دونوں مل جائیں
پھر مل جائیں!

★

شہر جاناں چلیں

اپنے چاروں طرف
بے بسی، خامشی اور تنہائی ہے
پھول بے رنگ ہیں
روشنی بھی نہیں
اور ہَوا بند ہے
شہر جاناں نہیں
شہر ویران ہے
دل پریشان ہے
شہر ویران سے کیا ملے گا ہمیں!
سوچتے ہیں
کہ کچھ دل کا ساماں کریں
قتل ہونے کو
پھر شہر جاناں چلیں!!

★

وقت میں سفر

تُو پرانا زمانہ ہے
گزری ہوئی
داستانِ محبت ہے میری
میں نئے دور کا راہ رَو
اور نئے دور میں تُو نہیں
تیری چاہت نہیں
اے میری جانِ جاں
میں پرانے زمانے میں آنے لگا ہوں

○

یہ پرانا زمانہ بھی کیسا دل اَفروز ہے
اِس کی اِک اِک ادا کتنی پُر سوز ہے
اِس میں سچائی ہے
اِس میں تُو ہے
ترا پیار ہے

○

ہم پرانے زمانے میں مل تو گئے ہیں

پھر بھی آ
مل کے وعدہ کریں
ہم پرانے زمانے میں
چلتے ہوئے کھو گئے
تو دوبارہ جنم لیں گے
پھر وقت کو مات دے کر
ساعتوں کا طلسمِ کُہن توڑ کر
ہم نئے وقت میں
یوں ملیں گے
ہمارے دلوں کے کنول
یوں کھلیں گے
کہ جیسے بہار آ گئی ہو

★

اتنا پیار

ہم سے
اتنا پیار ہے تم کو
خاموشی سے
پیار کی آگ میں
جل جاؤ گی
پھر بھی
منہ سے
کچھ نہ کہو گی
ہم کو یہ معلوم نہ تھا

★

ہم کتنے معصوم رہے

ہمیں خبر تھی
دل کے اَرماں
اکثر ٹوٹا کرتے ہیں
پھر بھی ہم نے پیار بڑھایا
اِک دوجے کے ساتھ رہے

○

لیکن اب مجبوری ہے
جنم جنم کی دُوری ہے
اب ہم نے دُکھ سہنا ہے
اِک دوجے کے دل میں رہ کر
دُور ہمیں اب رہنا ہے
مجھ کو دنیا کے رَیلے میں ہنستے ہنستے بہنا ہے
اور کسی آغوش میں تم نے
دل ہی دل میں روتے روتے
آخرِ شب سو جانا ہے

★

نایاب

محبت سے میں ہوں
محبت سے تُو ہے
محبت سے اَرض و سما میں
ازل سے ابد تک
سبھی کچھ ہے لیکن
محبت کی وادی کے یہ بسنے والے
ہر اِک سمت
خوشبو کی صورت
بکھرتے چلے جا رہے ہیں
مگر اُن کو دیکھیں تو وہ خود
کہیں بھی نہیں ہیں!
کہیں بھی نہیں ہیں!!

★

محبت مر نہیں سکتی

زمانے والے
جو چاہے کر لیں
زمانے والے
عظیم سورج کی روشنی کو اسیر کر لیں
گلوں کی خوشبو کو مار ڈالیں
سمندروں کے تمام پانی میں آگ بھر دیں
ہر اِک چمن میں
تری مری ساری زندگی کو عذاب کر دیں
زمانے والے
جو چاہے کر لیں
تری محبت، مری محبت فنا نہ ہو گی
زمانے والوں سے
آنے والے دنوں میں
ایسی خطا نہ ہو گی!

★

آخری جیت

چاہے کتنی محبت کریں
چاہے اپنی محبت میں
کتنی ہی سچائی ہو
چاہے اپنے تقاضوں میں
کتنی ہی دانائی ہو
چاہے لوگوں کو
کتنا ہی سمجھائیں ہم
ہار جائیں گے ہم
ہاں
مگر ایک دن
جیت اپنی محبت کی ہو گی
ہار جائے گا سارا زمانہ

★

بسنت

پھولوں کے کھلنے سے پہلے پہلے
سورج پیلا
چاند ستاروں کی آنکھیں بھی پیلی
کھیتوں میں سرسوں بھی پیلی
اور درختوں کے پتے بھی پیلے
اور ہمارے شہر کے لوگوں کے چہرے بھی پیلے پیلے
پھولوں کے کھلنے سے پہلے پہلے
خوشیوں کے ملنے سے پہلے پہلے

★

سنجوگ

تیرے پہلے آنچل جیسی

پیلی زرد دوپہر

تیری کالی آنکھوں جیسا

رات کا پچھلا پہر

تیری زلفوں کا بل جیسے

دریاؤں کی لہر

تیری جھانجھر کی چھم چھم پر

ناچے من کا شہر

تیرے ہونٹوں سے ٹپکے گا

پیار کا اَمرت زہر

تو میری عزت ٹھہرے گی

اور میں تیرا مہر

★

جس دن تجھ سے ملتا ہوں

خود کو اچھا لگتا ہوں

پناہ گاہ

آؤ میرے پاس بیٹھو
میری آنکھوں میں اُتر کر
مجھ میں اپنا آپ دیکھو
اپنے اندر کی چھپی لڑکی کو
میرے نام کر دو
اور دل سے رنگ و بُو کے لفظ چن کر
مجھ سے اپنے پیار پوجا کی
اچھوتی بات کہہ دو

اور یوں
باتوں ہی باتوں میں
تم اپنے آپ کو
میری محبت کی پناہوں میں
ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لو

★

نئی ساعتوں کی کہانی

اے مری جان آ
تو مرے پاس آ
آ کہ ہم
مل کے دکھ درد کی
پیار کی
میٹھی باتیں کریں
نئی آنے والی
کہی، اَن کہی ساعتوں کی
کہانی بنیں
جس کہانی میں
صحراؤں میں گھنٹاں بج اُٹھیں
جس کہانی میں
کچے گھڑے
پار اترنے لگیں
جس کہانی میں
محمل کا پردہ گرے

حُسن پھر بھی کِھلے
جس کہانی میں
سولی پر چڑھتے ہوئے
عشق مسرُور ہو
جس کہانی کے کردار
میں اور تُو
گزرتی ہوئی
اور نئی اَن گنت ساعتوں کے
پیمبر بنیں!

★

دل کی عبادت گاہ میں

توڑ کر دین کی
دنیا کی ہر اِک رسم
محبت کی ہر اِک رِیت نبھانے والے
تم کبھی آؤ
دبے پاؤں
مرے دل کے صنم خانے میں
اور دیکھو کہ یہاں
نُور کی چادرِ پُر کیف میں
لپٹا ہے کوئی
کوئی اپنا
جو تمھیں سوچ رہا ہے کب سے!

★

آ مرے سامنے بیٹھ جا

آ مرے سامنے بیٹھ جا
تُو، کہ میری محبت کی تصویر ہے
تُو، کہ میری ریاضت کی تاثیر ہے
تُو، کہ میری عبادت کی تنویر ہے
آ میرے سامنے بیٹھ جا
آنکھ بن جاؤں میں، اور دیکھوں تجھے
ہاتھ بن جاؤں میں اور چُھو لوں تجھے
ہونٹ بن جاؤں میں اور بولوں تجھے
جسم بن جاؤں میں اور اوڑھوں تجھے
روح بن جاؤں میں اور جی لوں تجھے
آ مرے سامنے بیٹھ جا!
آ مرے سامنے بیٹھ جا!!

★

میرے لیے اُس کی دوسری نظم

جب میری مانگ میں
تیرے روپ کی افشاں ہو گی
جب میری آنکھ میں
تیرے پیار کی مستی ہو گی
جب میرے دل میں
تیری روح کی دھڑکن ہو گی
جب میرے لبوں پر
تیرے نام کی سرخی ہو گی
جب میرے گال پہ
تیرے پیار کے پھول کھلیں گے
جب میرے کان میں
تیری صدا کا جادو ہو گا
جب میرے جسم پہ
تیرے عشق کا پردہ ہو گا
تب میں تجھ کو
اپنے گھر آنگھن میں بٹھا کر

تیرا ہی دیدار کروں گی
اور میں تجھ کو دیکھتے دیکھتے
اپنے خدا سے پیار کروں گی

★

آج کی شب

ہم نے چاہا تھا جب
آج شب
تم ملو گے ہمیں
ہم ملیں گے تمہیں
وقت تھم جائے گا
اور کلیساؤں میں
گھنٹاں بج اُٹھیں گی
مندروں، خانقاہوں میں
پھولوں کی کلیاں گریں گی
ہر طرف
نُور و نغمہ کی خوشبو اُڑے گی
دل میں چاہت بھری روشنی کے
الاؤ جلیں گے
ہماری وفا کا
ہر اِک روپ
سچی عبادت میں ڈھل جائے گا

آج کی شام
اپنی محبت کا
سارا ہی منظر
بدل جائے گا

★

ہمیں اب کچھ نہیں لینا

تمہاری زلف کے
اُلجھے ہوئے سلجھے ہوئے رستے ہمارے ہیں
تمہاری گہری آنکھوں کے
سمندر کا ہر اِک موتی ہمارا ہے
تمہارے سرخ ہونٹوں کی
مہکتی نرم کلیوں پر پڑی شبنم ہماری ہے
تمہارے چاند سے چہرے کا
ہر اِک جلوہ ہمارا ہے
تمہارے بازوؤں کی
سب پناہ گاہیں ہماری ہیں
تمہارے پاؤں کو
چھوتی ہوئی منزل ہماری ہے
تمہارے دل کے
سازینے پہ گایا
پیارا کا نغمہ ہمارا ہے
تمہاری گود کی

آسودہ و پُر نُور جنت کے
سبھی منظر ہمارے ہیں
تمہارے جسم کی
جلتی ہوئی مشعل ہماری ہے
تمہاری روح کی
پاکیزگی، حُسنِ تقدس سب ہمارا ہے
تمہارے پیار میں
ہم کو خدا کا قُرب حاصل ہے
تمہیں پا کر
ہمیں اپنے خدا سے
کچھ نہیں لینا
ہمیں اب کچھ نہیں لینا!
ہمیں اب کچھ نہیں لینا!!

★

محبت کی ہری فصل

میرے محبوب نے
کل مجھ میں محبت ہوئی
اُس نے پھر
خون سے سینچا بھی مجھے
اپنی آنکھوں کی چمک
زُلف کی چھاؤں بھی دی
اور پھر آج
مرے خوں میں ہے
رنگت اُس کی
میری آنکھوں میں
اُجالے اُس کے
میرے ہونٹوں پہ بھی
نغمے اُس کے
میرے ہاتھوں میں بھی
قسمت اُس کی
میرے دل میں بھی

اُسی کی دھڑکن
اور سوچوں میں بھی
جلوت اُس کی
میرا چہرہ بھی
اُسی کا چہرہ
میرے محبوب نے کل
مجھ میں جو بویا تھا
وہ کاٹا میں نے!

★

پہلا اور دوسرا جنم

وہ جب تک مجھ سے دُور رہا
میں آدھے من کے ساتھ جیا
میں جب تک اُس سے دُور رہا
وہ آدھے تن کے ساتھ جیا
پھر ہم دونوں
اِک جان ہوئے
اک دوجے کا ایمان ہوئے
وجدان ہوئے
اور ہم دونوں نے
ایک نیا سا جنم لیا
اِک دور پرانا بیت گیا
اِک خواب نیا آغاز ہوا
گھر آنگن میں گُلزار کھلا

★

ایک بچے کا اپنا نوحہ

(بڑے بیٹے احسن کی یاد میں)

نہ ہونٹوں کی کھلی کلیاں
نہ ہاتھوں کی بجی تالی
نہ پاؤں فرش پہ رکھے
نہ موتی آنکھ سے ٹپکے
نہ اِک پل چین سے سویا
نہ اپنے دل کی دھڑکن پر
وفا کا گیت ہی گایا
نہ جی بھر کر کبھی
میں اپنی امی سے
لپٹ کر دودھ پی کر
پیٹ بھر پایا
نہ اپنے باپ کی
بے چینیوں کو زیر کر پایا
میں کیا کرتا
مجھے

میرے خدا نے
وقت ہی تھوڑا دیا تھا
پیار کرنے کا
محبت کی
کوئی آیت
کوئی پیمان بن کر
دل دریچے میں اُترنے کا

★

محبت پھر سے زندہ ہو

جب ترے ہونٹوں کی
کلیوں کے کناروں سے
محبت کے، وفا کے موتیوں کی
ایک تسبیح سی بنالوں
جب تری آنکھوں کی
نیلی جھیل سے
حُسن و تقدس کے کنول چُن لوں
جب تری زلفوں کے
جنگل میں
اُترتی چاندنی کی چاپ سُن لوں
جب ترے ماتھے پہ
اپنی چاہتوں کا آخری بوسہ سجالوں
جب تری دھڑکن کی
لے پر
پیار پُوجا کا، ابد کا
گیت گالوں

تب

تیرے ہاتھوں پہ

سر رکھ کر

میں اپنی جان ہی دے دوں

تب

ترے آنچل کے

سائے میں

میں مر جاؤں

تو ایسا حشر برپا ہو

کہ اُس کے بعد

چاہت پھر سے زندہ ہو

حقیقت پھر سے زندہ ہو!

★

تیرا چہرہ

تیرا چہرہ
دوستی کا سائباں
میرے دل کا ترجماں
تیرا چہرہ
زندگی کی داستاں
روشنی کا ہم زباں
تیرا چہرہ
قافلوں کا سارباں
میری منزل کا نشاں
تیرے چہرے پر
خدائی نُور کا مجھ کو گماں

★

عکس در عکس

تُو میری پُوجا، میں تیرا دیوتا
تُو مرا اشہکار، میں جلوہ ترا
تُو خدا کا نُور، میں موسیٰ ترا
تُو میری تقدیر، میں کاتب ترا
تُو مجسم حُسن، میں عشق و وفا
اور یہ دنیا
ہماری خاکِ پا

★

تکمیل

تیری تمنا
تیری خواہش
تجھ سے ملنا
تجھ کو پانا
اور کھو دینا

سب
میری تکمیل کے خواب

★

جانے کس منزلِ فردا پہ ٹھہرتا ہے سفر
پھول کس رنگ میں کھلتا ہے بہار آنے پر

عکس

معصوم سا
اِک چہرہ
ماتھے پہ
چمکتا چاند
ہونٹوں پہ
خوشی کے گیت
سپنوں سے
بھری آنکھیں
خوشبو سے
بھرے گیسو
یہ کون ہے؟
میں یا تو۔۔۔!

★

مرا صنم

مجھے جو سانس بھی آئے
تو تیری جانب سے
مجھے جو موت بھی آئے
تو تیری خواہش پر
مرے صنم
کہیں
تُو
میرا ناخدا تو نہیں!

★

تُو، میں اور خدا

تُو مقدس ہے، میری مریم ہے
وہ مسیحا ہے، میرا مالک ہے
تُو محبت ہے، میری صورت ہے
وہ ستارا ہے، میرا ظاہر ہے
تُو چکوری ہے، میری چاندی ہے
وہ ریاضت ہے، میرا باطن ہے
تُو شرافت ہے، میری دولت ہے
وہ خزانہ ہے، میرا واحد ہے
تُو سویرا ہے، میری منزل ہے
وہ اُجالا ہے، میرا ہادی ہے
تُو کہانی ہے، وہ مصنف ہے
میرا اول ہے تُو، وہ آخر ہے
تجھ کو چاہوں، اُسے خدا مانوں

★

مقصدِ حیات

میں اِنسانیت کے لیے
جی رہا ہوں
وگرنہ
کوئی ایسی حسرت نہیں ہے
کہ جو مجھ کو
جینے پہ مجبور کر دے
مری تو بس
اتنی دُعا ہے
"خدایا! محبت کو دنیا کا منشور کر دے"

★

مشعل بردار

(اُستاد الاساتذہ، جناب ڈاکٹر انعام الرحمن کی خدمتِ اقدس میں)

ڈاکٹر انعام الرحمن (نشانِ امتیاز، ہلالِ امتیاز)، Scientist Emeritus، پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کے سینئر ترین سائنسدانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ بانی ہیں Reactor School, کے، جو بتدریج Center for Nuclear Studies (CNS) بنا اور اب Pakistan Institute of Engineering and Applied Sciences یعنی (PIEAS) کے نام سے ملک میں اعلیٰ تعلیم کا نامور تعلیمی و تحقیقی ادارہ ہے۔ دنیا بھر کے اداروں میں اور خصوصاً پاکستان اٹامک انرجی کمیشن اور دیگر بہت سے دفاعی ادروں میں آپ کے ہزارہا شاگرد، دفاعی شعبہ جات، صحت اور تعلیم کے میدانوں میں علمی اور تحقیقی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

○

تُو دامنِ اِمروز میں فَردا کا ہے پیغام
تُو ایسی سحر جس کی نہ ہو پائے کبھی شام
ہم مفلسِ تعلیم ہیں تو ایسا غنی ہے
ہر دل میں کرے روشنیِ عِلم و ہُنر عام
تو بِک نہ سکے کوئی خریدار بھی آئے
تو جنس نہیں عِلم و عمل ہی ترا انعام

ہم تیری رفاقت ہی میں دل ذرے کا چیریں
ٹپکے کسی خورشید کا خوں ایسا کریں کام
تُو وقت کے ماتھے پہ لکھے حرفِ جہاں تاب
اور وقت کرے عشق کے سجدوں کو ترے نام
ہم اہلِ ہنر منزلِ فَردا کے مسافر
اور پیشِ نظر راہنما ہے ترا ہر گام
"رحمٰن" تجھے نام میں "انعام" ملا ہے
تُو جائے جہاں ساتھ ترے جائے یہی نام

★

کوئی تو ایسا ملے

اِس جہاں میں
جس طرف بھی دیکھتا ہوں
سوچتا ہوں
کوئی تو ایسا ملے
جو دکھوں سے ماوَرا ہو
سر اُٹھا کے چل سکے!

★

ابھی تو شام ہوئی ہے ابھی سے کیا ڈرنا
اندھیرا اور بڑھے گا تو روشنی ہو گی!

جنگل کا انسان

کل شب میں نے
خواب میں دیکھا
جنگل میں
انسان بسے ہیں
شہر میں
سب حیوان
آنکھ کھلی تو
میں نے جانا
میرے چاروں اور ہے جنگل
میں بھی ہوں انسان
جنگل کا انسان!

★

خالی غباروں کے مسافر

ہم اِس دور کے رہنے والے مگر
آنے والے زمانوں کے
غم گن رہے ہیں
ہم اِس دور کے رہنے والے مگر
آنے والے زمانوں کی
کالی رُتوں سے گِلا کر رہے ہیں
ہم اِس دور کے رہنے والے مگر
آنے والے زمانوں کی
پیلی خزاؤں کے
سوکھے ہوئے زرد پتوں پہ
اپنی اُمنگوں کی
خواہش کہانی
رقم کر رہے ہیں
ہم اِس دور کے رہنے والے مگر
آنے والے زمانوں میں
کیسے نہ جانے

بسر اپنی ہر اِک سحر کر رہے ہیں
ہم اِس دور کے رہنے والے ہیں لیکن
تصور کے خالی غباروں میں
جیسے سفر کر رہے ہیں!

★

بائیونک مین

(سائنسدانوں اور انجینئرز کے نام)

خاک اور خون کے
حسین اِمتزاج سے
حیات کا وجود ہے
حیات کے وجود نے
خود کو توڑ ہی دیا
ایک روپ خاک ہے
ایک روپ خون ہے
خاک کے وجود کی
عظمتوں کو
میں نے ترک کر دیا
خاک خاک ہی رہی
اور خوں
حیات کے وجود میں
رواں دواں ہے
تیز برقی کی طرح

یہی وہ خون ہے
جو تیرے میرے درمیاں
فاصلے بڑھا رہا ہے
میں فلک کو چُھو چکا ہوں
خون ہی کے زور سے
پھر بھی
تیری ذات کو نہ پا سکا
کہ میرے خون میں
ترا لہو نہیں
کہ میری خاک میں
تری نَمو نہیں!

★

زمین کے خدا

(طاغوتی حکمرانوں کے نام)

نہ آسماں نہ روشنی
نہ چاند اور نہ چاندنی
تمام کائنات پر
ہے حکمران تیرگی
وجود گر ہے دائمی
تو وہ
فقط ہے نُور کا
بس اِک خدا کی ذات ہے
مگر خدائی کس لیے
کہ جب
زمیں پہ بسنے والے لوگ ہی
خدا بنے!

★

یہ زندگی کا کارواں

یہ آسماں، یہ روشنی کا سائباں
یہ دل رُبا زمین
اور یہ زندگی کا کارواں
رواں دواں ہے اِس طرح
کہ جیسے اِس کو آج تک
صدا نہ آئی موت کی
مگر اِسے خبر کہاں
جو راستے ہیں زندگی کے
کس طرف کو جائیں گے

○

جو زندگی کے ساتھ
تم نہ چل سکے
تو زندگی نہ پاؤ گے
تو روشنی نہ پاؤ گے
جو زندگی کے راستوں میں
پیارے پیارے پھول ہیں

وہ خوشنما اصول ہیں
وہ پھول رنگ رنگ ہیں
اصول شوخ وشنگ ہیں

جو چاہتے ہو زندگی
تو موت سے ڈرو نہیں
تو جیتے جی مرو نہیں
طلسمِ شب کو توڑ کر
دمِ سحر
چمن میں جا کے
دیکھ لو
ہزار پھول ہیں چمن میں
اور چمن کا
تم بھی ایک پھول ہو
جسے زوال ہی نہیں ہے
تم بھی وہ اصول ہو!

★

سوال

درختوں کے پیچھے سے
اُٹھتی ہوئی روشنی
میری منزل، ترا اِستعارہ
میں کیسے اِسے جا ملوں
درختوں کو کاٹوں
یا اُڑ کے اِسے
اپنا سب کچھ بنا لوں؟

★

شہر سے باہر جنگل سارا سوکھ گیا ہے
آج پرندے شام سے پہلے لوٹ آئے ہیں

روشنی

(یومِ آزادی کی ہر شام کے نام)

ہر گلی میں
شہر کی
ہر اِک سڑک پر
ہر طرف
حدِ نظر تک
خوبصورت روشنی ہے
یہ وہی تو روشنی ہے
جو کبھی
پچھلی رُتوں میں
اپنے اندر تھی
مگر اب
اپنے اندر کچھ نہیں ہے
اب ہمارے اپنے اندر کی
یہ کھوئی روشنی
اِس شہر کی آوارہ سڑکوں پر بھٹکتی ہے

ہمی پر آج ہستی ہے

○

چلے آؤ کہ ہم
پچھلی رُتوں کی
گم شدہ
اِس روشنی کو
پیار سے
واپس بلا لیں
اور اِس کو
اپنے دل میں
اپنی آنکھوں میں
ہمیشہ کے لیے
پھر سے بسا لیں
اپنے اندر کو سجا لیں!

★

زندگی

زندگی، صحرا میں پانی کا اشارا
زندگی، بنجر زمیں کے واسطے کالی گھٹا کا اِستعارہ
زندگی، دریا کا بہتا ایک دھارا
زندگی، لمبے سفر کا سنگِ میل
زندگی، ٹُوٹے ستارے کی چمکتی رہگذر
زندگی، وہ روشنی جو آنے والی منزلوں کے راستے دِکھلائے گی
زندگی، دن کی چمکتی دھوپ میں اِک سائباں
زندگی، اُڑتے پرندوں کا مسلسل کارواں
زندگی، ڈھلتے ہوئے سورج کی مدھم روشنی
زندگی، پہلے ستارے کا چمکتا نام ہے
زندگی، شب بھر تڑپتے چاند کے سینے کا داغ
زندگی، سب کچھ سہی
لیکن
کہاں وہ زندگی
جو میری نظروں میں سمائی
اور پھر

یوں کھو گئی

جیسے

جہاں سے آئی تھی

اُس زندگی کی ہو گئی!

★

روشنی کا سفر

گزرتے ہوئے وقت کی
کالی چادر کو
اوڑھے ہوئے یہ پہاڑ
اور پہاڑوں پہ
جلتی ہوئی روشنی
زیرِلب یہ کہے
"آمرے پاس آ، مجھ کو چُھو"

○

میں بڑھوں، اُس کی جانب بڑھوں
میں رُکوں، ایک پل کو رُکوں
تو وہ پھر
زیرِلب مسکرائے،
بلائے مجھے
"آمرے پاس آ
مجھ کو اپنا بنا
مجھ کو نظروں میں بھر

مجھ میں تحلیل ہو"

میرے دل
یہ بتا کیا کروں؟
روشنی کا یہ جلتا ہوا کھیل
مشکل بھی ہے
جان لیوا بھی ہے
مگر روشنی، روشنی بھی تو ہے
روشنی، جو محبت ہے میری
مری زندگی ہے
میرے جذبوں کی سچائی ہے
میں بھی ہوں
تُو بھی ہے
"آ چلیں، روشنی کی طرف
آ چلیں، روشنی کی طرف"

آئینہ

(پیارے والد جمیل ملک کے لئے)

جذبوں کی سچائی کا اِک نام ہے تُو
لمحوں کی شہنائی کا پیغام ہے تُو
دریاؤں کی لہریں تجھ میں، صحرا بھی
گیلی مٹی کی خوشبو کا جام ہے تُو
جس نے غموں کو خوشیوں کا پیغام دیا
پیار کہانی کا ایسا انجام ہے تُو
روشنیوں کا گُنبد بھی ہے رستہ بھی
جُہدِ مسلسل دینے والی شام ہے تُو
آنے والی نسلوں کے ہاتھوں میں جمیلؔ
گزرے لمحوں کا زندہ انعام ہے تُو

★

کارواں چلتا رہے

کارواں چلتا رہے
اِن پرندوں کا
ہمیشہ کارواں چلتا رہے
صبحِ دم جاگیں
تو اپنے دل میں
خوابوں کے حسیں پیکر لیے
اپنی خواہش کا سفر
آغاز کر لیں
اور رستہ بھول جائیں تو
ذرا بھی غم نہ کھائیں
پھر سے
تازہ دم ہوں
اُڑنے کے لیے
پھر مسکرائیں
چہچہائیں
اور خواہش کا سفر

پھر سے
نئی خواہش کے ساتھ
آغاز کر لیں
جس طرف چاہیں
اُدھر پرواز کر لیں!

★

سحر کا مسافر

ازل ابد کی مسافتوں کے
سبھی مسافر
یہ چاند تارے
اندھیری راتوں میں
چل رہے ہیں
میں سوچتا ہوں
اِنہی کی منزل تو روشنی ہے
اِنہی کی منزل تو ہے سویرا
مگر ابھی تک
اندھیری راتوں کے اِس سفر میں
نہ کوئی منزل ملی ہے اِن کو
نہ کوئی منزل ملے گی اِن کو

○

مگر یہ دیکھو
یہ کون گر کر فنا ہوا ہے
اندھیری راتوں کا اِک ستارہ

ازل ابد کی مسافتوں کو
بتا گیا ہے
ہماری منزل تو روشنی ہے
ہماری منزل تو ہے سویرا

○

اندھیری راتوں کا یہ ستارہ
جو گِر گیا ہے
ہر ایک جانب
عجیب گُل رنگ روشنی سی لٹا گیا ہے
اور اپنی منزل کو پا گیا ہے
سب اپنے ساتھی مسافروں کو
ازل ابد کی مسافتوں میں
اندھیرے رستوں کو
مات دینے کا
اِک سلیقہ سکھا گیا ہے!

★

وِیٹو

(دنیا کی بڑی طاقتوں کے نام)

جہاں وِیٹو نے
کبھی سچ کو
اُبھرنے نہ دیا
اُسی دنیا میں
نیا سال اُتر آیا ہے
میں نئے سال کی
آمد پہ
ہنسوں یا روؤں!!

★

فلک کے ستاروں سے کیا مانگتے ہو
زمیں کے دُکھوں کا مداوا کرو

اگلے موڑ پہ

ایک برس پھر بیت گیا ہے
بیتے برس میں
میں نے
تم نے
کیا کھویا ہے!
کیا پایا ہے!
آؤ
دونوں مل کر سوچیں
آؤ دیکھیں
اگلے موڑ پر کون کھڑا ہے
اُس کا استقبال کریں!

★

ابھی اے سالِ نَو رک جا

یہ ہم بھی جانتے ہیں
بِیت جانے کے لیے
ہر سال ہوتا ہے
یہ سالِ نَو بھی اِک دن
بیت جائے گا

○

ابھی اے سالِ نَو رک جا
ابھی ہم نے
بہت سے دُکھ مٹانے ہیں
ابھی ہم نے
غریبی، بھوک، نفرت، جھوٹ کو نیلام کرنا ہے
ابھی ہم نے
محبت، اَمن، عِلم و فن کی تصویریں بنانی ہیں
جہاں کے دِیدہ و دل میں
ابھی تو روشنی تحلیل کرنی ہے
ابھی ہم نے

پرانی نسل سے
کھوئی ہوئی میراث لینی ہے
نئی نسلوں کو دینی ہے
ابھی اے سالِ نَو رک جا
ابھی ہم نے
بہت سے اچھے کام کرنے ہیں
یہ سب کچھ ہو چکے تو
بیت جانا تم
تمہیں
کوئی نہ روکے گا۔۔۔!

★

نیو ورلڈ آرڈر

(عالمی گاؤں کے نام)

بھوک، ننگ
اَفلاس کی دھوپ
فوج کی طاقت کا افریت
خود کُش حملے
اپنوں کا خوں
ناحق مارے جانے کا دُکھ
ایٹم بم سے جھلسے چہرے
جھوٹ کی جادو
دولت کا بے کیف سرور
یہ ہے آج کی
تیری میری
نئی نویلی
ساری دنیا کا منشور!
عالمی دنیا کا دستور!!

★

چیلنج

(ناسا کے نام)

خلا میں
بھٹکے ہوئے ستاروں کو
سیدھے رستے پہ
لانے والو
خلائی نسلیں بھی کھو رہی ہیں
بھٹک رہی ہیں
اُنہیں بھی
سیدھی ڈگر پہ لاؤ!

★

زمیں کا رشتہ نہ ہم سے کسی طرح ٹُوٹا
یہ دھڑکنوں کی طرح اپنے ساتھ ساتھ رہی

اقوامِ عالم کے خداؤ

(اقوامِ متحدہ کے نام)

شہر کی ہر اِک گلی میں
عید کے دن
قیمتاً سستے کھلونے بیچنے والا وہ بچہ
جب ملے مجھ سے
تو کہتا ہے
"بتاؤ، اِس جہاں کے ناخداؤ!
کیا یہ میرا حق نہیں
میرے دل میں بھی
محبت کے گلوں کی باس ہو؟
کیا یہ میرا حق نہیں
میرا گھر بھی ہو کوئی؟
میرے گھر میں
ایک بار آور شجر بھی ہو کوئی؟
کیا یہ میرا حق نہیں
میری ماں بھی

مجھ کو پڑھنے کے لیے
اسکول میں داخل کرائے
آدمی مجھ کو بنائے؟
کیا یہ میرا حق نہیں
میں بھی
جہاں کے ناخداؤں کی طرح
جو کام کرنے ہیں مجھے
وہ سب کروں
اچھا جیوں، اچھا مروں؟
اقوام عالم کے خداؤ!
کچھ تو کہو
کچھ تو بتاؤ۔۔۔!"

★

آبِ حیات

کوئی جادوگر
اپنے ہاتھوں میں
راتوں کی تصویر تھامے
مرے شہر میں
آج داخل ہوا ہے
نہ جانے وہ کیا کچھ پڑھے جا رہا ہے
کہ جو لوگ بیدار کچھ دیر پہلے ہوئے تھے
وہ پھر سو گئے ہیں
نہ جانے یہ کیسی عجب ساحری ہے
کہ سب لوگ
پتھر کے بت ہو گئے ہیں

○

نہ جانے یہ کتنی ہی صدیوں میں جاگیں
مگر پھر بھی اِن کو
جگانے کی خاطر
اِنہیں موت سے زندگی کی طرف

کھینچ لانے کی خاطر

میرا دل

محبت کے دَشت ودَمن میں

سکندر بنا ہے

مسلسل

تلاشِ خضر کر رہا ہے

مرا دل

اِنہیں موت سے زندگی کی طرف

کھینچ لانے کی خاطر

سفر کر رہا ہے!

★

جادو گر

(آمروں کے نام)

عجب ساحروں کی
یہ جادو گری ہے
کہ سارے خزانے
ہمارے بنائے ہوئے
نقشِ اُلفت
جو پتھر پر کندہ ہیں
اب اُن کی جادو گری سے
مِٹے جا رہے ہیں
مگر اِس جہاں میں
کوئی جادو گر بھی تو ایسا نہیں ہے
جو منتر پڑھے
آندھیاں سی چلیں
ہر طرف شور ہی شور ہو
جس سے پھر ایک لمحہ
ابد کا جنم لے

محبت کا جادو
نیا رنگ لائے
محبت کے سارے خزانے
ہمارے بنائے ہوئے
نقشِ اُلفت
جو ریگِ رواں پر
اُڑے جا رہے ہیں
مجسم ہوں ایسے
کہ پھر کوئی ساحر
اگر اُن کی جانب
نظر بھر کے دیکھے
تو خود جل بجھے
اور محبت کے اِن جاوداں پیکروں پر
کوئی آنچ تک بھی نہ آئے

★

ایک خوبصورت شخص کا نوحہ

(پیارے چچا، احمد شمیم کے نام)

وہ کتنا خوبصورت تھا
جیسے رنگوں کے جگنو
روشنی کی تتلیاں
آواز دیتی تھیں
جو آخر
اپنی ماں کا آخری بوسہ
سجا کر اپنے ماتھے پر
اُڑا اور تتلیوں کے جگنوؤں کے
دیس جا پہنچا

○

اور اب میں
انتظارِ شام کرتا ہوں
کہ جب سارے پرندے
لوٹ کر میری طرف آئیں
تو میں

پیارے پرندوں کے پروں پر
خوبصورت شخص کی لکھی ہوئی
ساری ہی نظمیں
دُور کی جھیلوں میں
بسنے والے لوگوں کو سُنا آؤں
مگر ہر شام
جب زخمی پرندے
میرے آنگن میں اُترتے ہیں
تو وہ روتے ہوئے کہتے ہیں
"پگلے کون لکھے گا!
ہمارے پنکھ پر
نظمیں
تمہارے واسطے
اب کون لکھے گا
بتا، اب کون لکھے گا!"

★

خاموش حوالے

آج کی شب
مہمان ہیں ہم
ہم سے یوں
نظریں نہ چُرا
آج
مسیحا بن کر آ!
آنکھ ملا کر دیکھ
زمیں کتنی سوکھی ہے
دیکھ
محبت کے بھوکے چہروں پر
کیسی ویرانی ہے
دیکھ
سروں کی فصل کھڑی ہے
دیکھ
فضا خاموش ہے کتنی
دیکھ

دلوں کے جالے دیکھ
یہ خاموش حوالے دیکھ
ہم سے یوں
نظریں نہ چُرا
آج
مسیحا بن کر آ!

★

فصیلِ شہر پہ موت کا رقص

وہ دیکھو
اندھیرے میں
ڈوبے ہوئے شہر کی
کچھ فصیلوں پہ
کتنے دیئے جل رہے ہیں
مگر شہر میں کیا ہے
بے چارگی
بھوک
ننگ اور افلاس کے
سانس لیتی ہوئی زندگی

○

یہ کیا شہر ہے
جس کی گلیوں میں
نفرت کا آسیب ہے
جس کے ہر موڑ پر
اِک لُٹیرا کھڑا ہے

جو بچوں کے ہاتھوں سے
اُن کی کتابوں کو چھینے
تو ہاتھوں میں
شعلے اُگلتی ہوئی آگ بھر دے

○

یہ کیسی جگہ ہے
یہ کیا شہر ہے
جس کے چھوٹے بڑے
سب مکانوں میں
وہ لوگ ہیں
جن کے سو رَوگ ہیں
اور جو اپنے ہی ہاتھوں سے
اپنے ہی کندھوں پہ مصلوب ہیں

○

یہ کیسی جگہ ہے
یہ کیا شہر ہے!
ایک بازار ہے
کوئی منڈی ہے جس میں
سرِ شام

نیلام ہوتا ہے جسموں کا
اور رات ہی رات میں
روح کی ساری پاکیزگی
روند دیتے ہیں وحشی لٹیرے

○

فصیلوں پہ
جو رقص کرتے ہوئے
کچھ دیئے ہیں
دیئے تو نہیں ہیں
رقص کرتی ہوئی موت ہے

○

شہرِ نفرت کی تصویر کو
دیکھ کر
سوچتا ہوں
کہ ہم
جو گھنے جنگلوں کے اندھیروں میں
رہتے رہے آج تک
کیوں نہ پھر سے نئے
شہر آباد کر لیں

اُن کی اونچی فصیلوں پہ
چڑھ کر
چراغِ محبت جلائیں
رقص کرتی ہوئی موت سے
زندگی چھین لیں
پیار کرتی ہوئی
روشنی سے بھری
آگہی جیت لیں!

★

آگ میں لپیٹا شہر

(اپنے وطن کے شہروں کے نام)

شہر میں
ہر طرف آگ ہے
شور بھی ہے
خموشی بھی ہے
دل میں ہلچل سی ہے
اور آنکھوں میں چُپ
جس کو دیکھو وہی
شور وغُل میں لپیٹی ہوئی
چُپ میں ڈوبا ہوا ہے
اُنہیں آگ اُگلتی ہوئی
زَرد وحشت نے لُوٹا ہے شاید
زَرد وحشت
جو یہ چاہتی ہے
کہ سب لوگ
اُس کی ہر اِک

بے لبادہ و نادیدہ خواہش سے ڈرتے رہیں
اور اُس کی لگائی ہوئی آگ میں
یوں ہی جل جل کے مرتے رہیں

○

لوگ بھی جل رہے ہیں
مرا گھر، مرا شہر بھی جل رہا ہے
مگر میں
جو تیری محبت کے
تنہا جزیرے میں رہتا ہوں
زندہ ہوں
تُو میرے پہلو میں ہے

○

آ کہ ہم دونوں مل کر
محبت کی بے پایاں طاقت سے
چاروں طرف آگ اُگلتی ہوئی
زرد وحشت کو نابود کر دیں
بھٹکتی ہوئی
بے ثمر خواہشوں
وحشتوں کی جلی لاش کو

شہر سے دُور
مٹی کے نیچے دبا دیں
آ کہ ہم
کالی نفرت کا ہر نقش
ہر دل کے دیوار و در سے مٹا دیں!
ساری دنیا کو سچی محبت کی دنیا بنادیں!!

★

میرے وطن کا ایک المیہ

ہمارا گلشن
اِن آندھیوں کی
ستم ظریفی سے
بچ تو جاتا
مگر درختوں کے
زرد پتوں کے
سوکھے ہونٹوں پہ
بددُعا تھی!

★

قاتلوں کے شہر میں رہتے ہیں ہم
موت کو بھی زندگی کہتے ہیں ہم

صبحِ فردا کی اُمید

(عقوبت خانوں کے قیدیوں کے نام)

ہم نے
اتنے برس قید کاٹی
ہم نے
زنداں کی دیوار پر شعر لکھے
ہم نے
سچائی کی ہر کہانی رقم کی
ہم نے
زنداں کی کالی سلاخوں کا لوہا پیا
اور اینٹیں چبائیں
پھر بھی زندہ رہے
اِک فقط
صبحِ فردا کی اُمید پر!

★

ہجرت کا منظر نامہ

(کشمیریوں اور فلسطینیوں کے نام)

اِس سے پہلے کہ اَنا کے ہاتھی
نفرت و ظلم کے
فرعون کے لشکر
تجھ کو
چھین کے مجھ سے
کہیں دُور
بہت دُور
کہیں لے جائیں
تیری حُرمت
تیری تقدیس
ترے حُسن کو
پامال کریں
آ کہ ہم
آگ محبت کی
چُرا لائیں کہیں سے مل کر

موسوی آگ
آگ
جو تیری مری روح میں جلتی جائے

○

اِس سے پہلے
کہ اَنا کے ہاتھی
نفرت و ظلم کے
فرعون کے لشکر
بڑھ کر
ہم پہ یلغار کریں
جانبِ دریا آئیں
آ کہ ہم
کود پڑیں
عشق کے بہتے ہوئے
اِس دریا میں
اور جب
پار اُتر جائیں تو پھر
روشنی اور تقدس کے جزیرے میں رہیں
ہم وہاں اتنی محبت سے جئیں، پیار کریں

کہ ہمیں
کوئی فنا کر نہ سکے
آگ بھی دل میں جلے
اور عصاء ہاتھ میں آجائے تو پھر
زندگی، راہنما بن جائے
سب کے لیے
غارِ حرِا بن جائے!

★

سرِ بزم سرِ دار

(جبر سہنے والوں کے نام)

میں اگر
بھول چکا ہوں
تو تمہی یاد کرو
وہ زمانہ
کہ کبھی تم سے شناسائی تھی
ہم سرِ شام
سرِ بزم ملا کرتے تھے
ہم سمجھتے تھے
کہ ہم ہی سے
جواں ہے دنیا
ہم سے بڑھ کر
کوئی طاقت ہے نہ سرمایہ ہے

○

لیکن افسوس
کہ وہ شہرِ وفا خواب ہوا

ہم سے بڑھ کر بھی

کوئی اور تھا

جانے کیا تھا

جس نے

لُوٹا ہمیں، برباد کیا، دُور کیا

پیار بھی کر نہ سکے

یوں ہمیں مجبور کیا

دل کے آئین کو توڑا

نیا دستور دیا

ایسا دستور

جو نفرت کو اُجاگر کر دے

جو محبت کے بھرے شہر کو پھر کر دے

○

ہم مگر

ظلم کے دستور کو کیسے مانیں

ہم تو

اب بھی ہیں وہی

پیار نبھانے والے

اور یہ سر بھی

سرِ دار کٹانے والے
ہم سے بڑھ کر
کوئی طاقت ہے، نہ سرمایہ ہے

○

آ کہ ہم آج
سرِ شام، سرِ دار ملیں
پھر سے آئینِ وفا دہرائیں
آنے والوں کے لیے
راہنما بن جائیں!

★

کل اور آج

(سیاسی شُہدا کے نام)

کل ہمی تھے
جنہیں
رات کے
گھپ اندھیرے میں
سُولی پہ کھینچا گیا
جن کے جسموں پہ
روحوں پہ
شب خون مارا گیا
مر کے ہم پر کھلا
جسم مر جائے تو
روح مرتی نہیں

○

آج بھی ہم ہیں جو
اَمن کی فاختاؤں کے
اُڑتے ہوئے

کاروانِ محبت کی
پہچان ہیں
کل مسیحا تھے ہم
اب سلیمان ہیں

★

جو اندھیروں میں کہیں ڈوب گیا ہے لوگو!
وہ اُبھر آئے گا سورج کو ہتھیلی پہ لیے

تری تلاش کا موسم کی پہلی اشاعت پر
اہلِ فکر و دانش اور قارئین کے
تبصرے، تاثرات اور خطوط سے اقتباسات

میں نے آپ کی کتاب مکمل پڑھی۔ بہت خوب۔ آپ کی نظموں کے اختتام پر اکثر جو ایک نہایت اچھوتا موڑ نظر آتا ہے جس پر عشقِ مجازی عشقِ حقیقی میں ڈھل جاتا ہے، وہ موڑ آپ کی شاعری میں کمال کا درجہ رکھتا ہے۔

(حکیم محمد سعید، کراچی)

نوید نے شاعری وِرثے میں پائی لیکن اُس کا لہجہ اپنا ہے۔ اُس نے اوائل عمر کے گلابی جذبوں کا اظہار اِس سچائی سے کیا، جو بس عمر کے اِس حصے میں ہی آپ کو نصیب ہوتی ہے۔ پھر تو زمانہ اور اُس کی مصلحتیں اِس پر اتنی گرد ڈال دیتے ہیں کہ اکثر اِس کا چہرہ ہی نظر نہیں آتا۔۔۔ نوید خوش قسمت ہے کہ اُسے محبت کرنے کی توفیق ہوئی اور اُس کے اظہار کی بھی۔۔۔ چھوٹے چھوٹے وعدے اور نرم و نازک خواب جو زندگی کو ایک عمر تک شیشہ تمثال رکھتے ہیں۔۔۔ وہ سب کچھ نوید کے پاس ہے۔ پھولوں سے بھرا ہوا ایک جنگل ہے جس میں نوید تتلیاں ڈھونڈ رہا ہے۔۔۔ اِس تلاش میں ہم بھی اُس کے ساتھ ہیں۔۔۔ اور خوش آئند بات یہ ہے کہ نوید کی نظر تتلیوں اور جگنوؤں سے آگے بھی جاتی ہے۔۔۔ بارش اور بادل کے ساتھ وہ دھوپ کا وہ ٹکڑا بھی دیکھ رہا ہے جو کھلے سروں پر تنا کھڑا ہے!

(پروین شاکر، اسلام آباد)

فیضؔ نے ایک بار کہا تھا، "اچھی شاعری کے لئے لفظ کی پہچان ضروری ہے"۔ قاسمیؔ صاحب نے فرمایا، "میں جو قارئین کے حوالے کرتا ہوں اُس کی مکمل ذمہ داری لیتا ہوں"۔ ترقی پسند نقاد

ممتاز حسین نے کہا، شاعر کی اُٹھان ہی اُس کی شاعری کا نقطۂ عروج ہوتی ہے۔۔۔۔ نوید جمیل میں یہ تینوں خوبیاں موجود ہیں۔

(احمد ظفر، راولپنڈی)

نوید کی اِن نظموں میں گیت کی نغمگی اور سوز و گداز بھی ہے اور نظم کی شعوری قطعیت بھی۔ یہ نظمیں اپنے رنگ و آہنگ میں گیت کے مماثل ہیں۔ اِن میں وہی سادگی اور بے ساختگی ہے جو سانسوں کو سُر بنا دیتی ہے اور اُن سُروں کو روح تک اُترنے کی تاثیر بخشتی ہے۔ نرم لیکن مضطرب گفتگو، سلیس اور مترنم الفاظ، تصویر و تصور کی رنگا رنگی، ہجر و وصال، پیار کا اَمرت زہر، ایک دوسرے میں تحلیل ہو کر اکائی بننے کی آرزو، پوجنے کی تڑپ اور کتنی ہی دوسری کیفیتوں کے بدل بدل کر بنتے ہوئے رنگین خاکے جو مکمل بھی ہیں اور نامکمل بھی۔۔۔ یہ خاکے اِن نظموں کی ہیئت متعین کرتے ہیں اور یہ ہیئت گیت کی ہیئت سے متشابہ ہے۔ لیکن نوید جمیل کا یہ گیت جوانی کے مرحلے میں دل کو پیش آنے والی کیفیتوں اور حالتوں، رنجشوں اور خوشیوں کے اظہار تک محدود نہیں بلکہ اُس کی جولان گاہ جبلی تقاضوں سے لے کر انسانی آدرش کے سدا بہار خوابوں تک ہے۔ لیکن یہ گیت نظم سے بھی مماثل ہیں۔ اِن گیتوں کا ایک مشترکہ مرکز اور ایک طرفہ سمت بھی ہے۔ اور یہی خوبی اِنہیں نظم میں منتقل کر دیتی ہے۔ وہی محبت جس نے شاعر کے انفرادی جذبے کو تہذیب و بصیرت اور یک جہتی دی ہے، اب انسانی محبت میں منقلب ہو رہی ہے۔ محبت جبر و نفرت کے خلاف، انسانی حُسن کے ساتھ، زیر دستوں اور مظلوموں کے ساتھ۔ محبت ایک قوتِ نمو، ایک تخلیقی عنصر اور ایک سچائی ہے جس کی کم یابی قحطِ زندگی کی علامت ہے۔ نوید جمیل نے اِس نظم میں کسی نظام، کسی نظریے کا آمیزہ شامل نہیں کیا۔ یوں یہ نظم زمینِ دل سے نکلے ہوئے کندن کی طرح کھری اور سُچی ہے۔

(آفتاب اقبال شمیم، اسلام آباد)

میرے پیارے بھتیجے نوید جمیل

اللہ کی سلامتی ہو آپ پر، تری تلاش کا موسم کا دلی شکریہ۔

اِس وقت رسید بھیج رہا ہوں۔ پڑھنے کا آغاز نہیں کیا۔ اِن دنوں ذیابیطس نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ذرا صحت بحال ہوتی ہے تو اِس شعری مجموعے کے ساتھ کئی کتابوں کا مطالعہ کروں گا۔

مجھے اپنے عزیز بھتیجے کو شاعر دیکھ کر اِس بنا پر خوشی ہوئی ہے کہ اُس نے اپنے بڑے باپ کے بڑے اَثاثے میں اضافے کی کوشش کی ہے۔ یہ بہت بڑی اور قابلِ صد ستائش بات ہے۔

ابا جان سے دریافت کیجئیے کہ اُنہیں میرا خط مل گیا ہے؟ لازماً مل گیا ہوگا۔

آپکا انکل، **مرزا ادیب**

10، اگست 94

(میرزا ادیب، لالہ صحرا، چوہان روڈ، اسلام پورہ، لاہور)

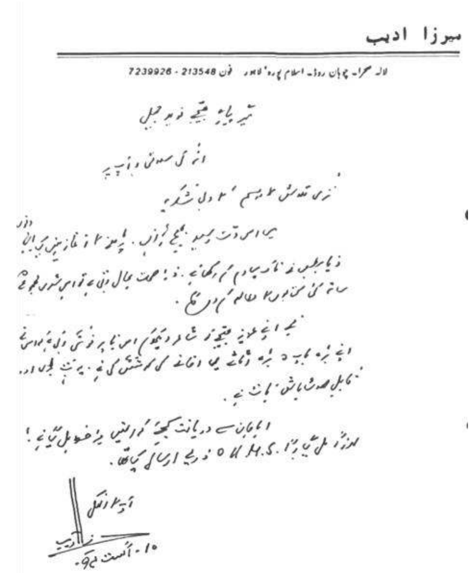

میرزا ادیب

لالہ صحرا۔ چوہان روڈ۔ اسلام پورہ، لاہور فون 213548 - 7239926

پاکستان کے شاعری کے اُفق پر جو نئی آوازیں اُبھر رہی ہیں اور اپنی توانائی اور سوچ کی چمک دمک سے قاری کو اپنی جانب متوجہ کر رہی ہیں اُن میں نوید جمیل کا نام نمایاں ہے۔ نوید نے اپنے محترم والد جمیل ملک سے ورثۂ شعر قبول کیا مگر اپنی انفرادیت اور شخصیت کو بنیادی اہمیت دیتے ہوئے اپنے احساس اور جذبوں کو پیکرِ شعری میں ڈالا۔ نوید جمیل کے یہاں محبت ایک مکمل کُل کی صورت اور حیاتِ انسانی کی اساسی حقیقت کے طور پر جلوہ گر ہے۔ وہ دُکھ اور سُکھ کے امتزاج سے زندگی کا جو ہر کشید کرتا ہے۔ وہ ذاتی غموں اور ناآسودگیوں کو ذاتی اور اجتماعی دونوں ہی حوالوں سے دیکھتا، پرکھتا اور محسوس کرتا ہے۔

نوید جمیل کے لہجے میں ایک اُداس اُداس سی نغمگی کی لہر ہلکورے لیتی ہے اور لفظ اپنی سادگی کے باوجود معنی آفرینی کی تہہ داریوں کے حامل نظر آتے ہیں۔ اُس کے یہاں کسی معصوم بچے کی چشمِ حیراں کا احساس بھی ہے جس پر مناظرِ فطرت کا جمال پہلی بار کُھلتا ہے اور ایک نوجوان کے دلِ مضطرب کی دھڑکنوں کی گونج بھی ہے جو محبت کے تال اور لے سے ہم آہنگ ہونا چاہتی ہیں۔ وہ اتنے ہی لفظ لکھتا ہے جتنے اُس نظم کے موضوع یا خیال کی ضرورت ہیں۔ اِس ہنر نے اُس کی نظموں کی تاثیر میں اضافہ کیا ہے۔

(حسن اکبر کمال، ماہنامہ سیپ ستمبر 1996، شمارہ 24، خاص نمبر)

پروفیسر جمیل ملک ہجرتوں کے موسم میں وصال رُتوں کے شاعر ہیں اور اُن کا بیٹا نوید وصال رُتوں میں بھی تلاش و جستجو کی شمع فروزاں کئے ہوئے ہے۔ نوید جمیل نے صاف کھول کر بتا دیا ہے کہ "مجھے اپنے محبوب کی محبت اور رفاقت میں اپنے گھر، اپنے شہر، اپنے وطن، تمام عالمِ انسانیت اور آنے والی نسلوں کے لئے محبت سے سرشار، بھرپور، خوشحال اور تابناک زندگی کی تلاش ہے۔"

اِس طرح نوید کی شاعری محض خواب و خیال کی نہیں جدید حسیت کی شاعری بن گئی ہے جس میں محسوسات کا عمل دخل سب سے زیادہ ہے۔ اگرچہ اُس کی نظمیں اول تا آخر ایک ہی رنگ، ایک ہی ماحول ایک ہی کیفیت اور ایک ہی سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں لیکن اُن میں موجود سیدھے

سادے معصوم جذبے، بے ساختہ پن اور دلاویزی اِن نظموں کے لطف اور اُن کی قدرت میں غیر معمولی اضافہ کر رہی ہے۔

جناب احمد ندیم قاسمی نے لکھا ہے کہ شاعر جب تک اپنی ذات کی مکمل شناسائی حاصل نہیں کر پاتا وہ ابلاغ کے معاملے میں اپاہج رہتا ہے اور باقی عمر اِس اپاہج پن کے جواز ڈھونڈنے میں گزار دیتا ہے۔ نوید جمیل کو ایسا کوئی المیہ در پیش نہیں۔ اُس کی تمام نظمیں اُس کی ذات کے اظہار کا دوسرا نام ہے۔ وہ اپنے آپ کو اچھی طرح پہچانتا اور اپنی ذات سے مکالمہ کرنے کا ہُنر جانتا ہے۔ اُس کا کمال یہ ہے کہ اُس نے اِن مکالموں میں کبھی اپنے محبوب کو نظر انداز نہیں کیا۔ اُسے ہر جگہ ہر لمحہ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اظہارِ ذات کے عمل میں اُس سے مشورہ بھی لیتا ہے اور اُسے شریکِ راز بھی کرتا ہے۔

(متین فکری، روزنامہ جنگ، 26 ستمبر 1994ء بروز سوموار)

نوید جمیل ممتاز شاعر جمیل ملک کے فرزند ہیں اور ظاہر ہے کہ شاعری اُنہیں وِرثے میں ملی لیکن اُن کی نظموں میں اُن کا اپنا جذبہ، اپنا آہنگ اور اپنا رنگ صاف دکھائی دیتا ہے۔ نوید جمیل اُبھرتے ہوئے شاعر ہیں۔ ماشا اللہ اُن کی اُٹھان بہت اچھی ہے۔ اُن کے ہاں محبت کا جو غم ہے وہ اُن کا اپنا ہے۔ وہ صرف اپنے لئے ہی بھرپور خوشحالی، پُر امن اور تابناک زندگی تلاش نہیں کرتے بلکہ سب کے لئے کرتے ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت 24 اگست 1994، بروز بدھ)

نوید جمیل کی نظمیں سادگی، بے ساختگی، اور نغمگی کی حامل ہیں۔ جن میں عشق و محبت کی چاشنی بھی ملتی ہے۔ حُسنِ کائنات کی دلفریبی اور آنے والے اُداس لمحوں کی نوحہ گری بھی۔ وہ پوری توانائیوں کے ساتھ زندگی کے سفر میں آگے بڑھتا جاتا ہے اور اِس سفر میں وہ تمام رکاوٹوں کو عبور کرتا چلا جاتا ہے۔

(ہفت روزہ فیملی 28 اگست 1994ء تا 3 دسمبر 1994ء)

سب لوگ شاعر نہیں ہوتے لیکن دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی سچی اور خالص بات نثر میں ہو یا نظم میں سب کو بھلی لگتی ہے۔ آپ نے اپنے پاکیزہ اور صاف ستھرے خیالات اور جذبات کو محبت سچائی اور سادگی کے ذریعے انتہائی خوبصورت اور موثر انداز میں قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

(محمد اقبال، راہِ سکون، منڈیاں، ایبٹ آباد، 1994)

تقریباً ایک ماہ گزرنے کو آیا۔ آپ کی شاعری کی کتاب "تری تلاش کا موسم" خریدی اور پڑھی۔ پڑھ کر دل کو ایک قسم کی سرشاری ہوئی۔ جس روز ڈیرہ غازی خان گیا آپ کی کتاب خریدی، اُس روز بہت زیادہ بارش ہو چکی تھی اور سڑکوں، بازاروں میں بہت زیادہ پانی جمع تھا لیکن میں اپنا شوق پورا کرنے کے لئے اِس راہِ دشوار سے بھی گزرا۔ نہ ہی کتاب خرید کر آپ پر احسان کیا ہے، البتہ خود پر تو کیا ہے۔ ایک اچھی سوچ پڑھ کر دل کی اور دماغ کی وسعت بڑھی۔ آپ کی پوری کتاب لاجواب ہے۔ خط کو مختصر کرتے ہوئے صرف اتنا تحریر کروں گا کہ جوابی لفافہ نہیں بھیج رہا ہوں مگر اُمید ہے کہ جواب ضرور دیں گے۔

(اظہر آکاش زیبائی، مٹھن کوٹ، ضلع راجن پور 1995)

(حکیم محمد سعید، کراچی) میں نے آپ کی کتاب مکمل پڑھی۔ بہت خوب۔ آپ کی نظموں کے اختتام پر اکثر ایک نہایت اچھوتا موڑ نظر آتا ہے جس پر عشقِ مجازی عشقِ حقیقی میں ڈھل جاتا ہے، وہ موڑ آپ کی شاعری میں کمال کا درجہ رکھتا ہے۔

(مرزا ادیب، لاہور) مجھے اپنے عزیز بھتیجے کو شاعر دیکھ کر اِس بنا پر خوشی ہوئی ہے کہ اُس نے اپنے بڑے باپ کے بڑے اثاثے میں اضافے کی کوشش کی ہے۔ یہ بہت بڑی اور قابلِ صد ستائش بات ہے۔

(پروین شاکر، اسلام آباد) نوید نے شاعری ورثے میں پائی لیکن اُس کا لہجہ اپنا ہے۔ نوید خوش قسمت ہے کہ اُسے محبت کرنے کی توفیق ہوئی اور اُس کے اظہار کی بھی۔۔۔ پھولوں سے بھرا ہوا ایک جنگل ہے جس میں نوید تتلیاں ڈھونڈ رہا ہے۔۔۔ اِس تلاش میں ہم بھی اُس کے ساتھ ہیں۔۔۔ اور خوش آئند بات یہ ہے کہ نوید کی نظر تتلیوں اور جگنوؤں سے آگے بھی جاتی ہے۔۔۔ بارش اور بادل کے ساتھ وہ دھوپ کا وہ ٹکڑا بھی دیکھ رہا ہے جو کُھلے سَروں پر تنا کھڑا ہے!

(احمد ظفر، راولپنڈی) فیض نے ایک بار کہا تھا، "اچھی شاعری کے لئے لفظ کی پہچان ضروری ہے"۔ قاسمی صاحب نے فرمایا، "میں جو قارئین کے حوالے کرتا ہوں اُس کی مکمل ذمہ داری لیتا ہوں"۔ ترقی پسند نقاد ممتاز حسین نے کہا، "شاعر کی اُٹھان ہی اُس کی شاعری کا نقطۂِ عروج ہوتی ہے"۔۔۔ نوید جمیل میں یہ تینوں خوبیاں موجود ہیں۔ اور میں نوید کے بارے میں یہ کہوں گا کہ اُس کا ظاہر اور باطن ایک ہیں۔ "یہ نئی صدی انسانی محبت کو نئی نئی جہتیں عطا کرے گی"، یہ نوید جمیل کی بشارت ہے۔

(آفتاب اقبال شمیم، اسلام آباد) نوید کی اِن نظموں میں گیت کی نغمگی اور سوز و گداز بھی ہے اور نظم کی شعوری قطعیت بھی۔ یہ نظمیں اپنے رنگ و آہنگ میں گیت کے بھی مماثل ہیں۔ نوید جمیل نے اپنی نظم میں کسی نظام، کسی نظریے کا آمیزہ شامل نہیں کیا۔ یوں اُسکی نظم زمینِ دل سے نکلے ہوئے کندن کی طرح کھری اور سُچی ہے۔

(حسن اکبر کمال، ماہنامہ سیپ، کراچی) نوید جمیل نے اپنے محترم والد جمیل ملک سے ورثۂِ شعر قبول کیا مگر اپنی انفرادیت اور شخصیت کو بنیادی اہمیت دیتے ہوئے اپنے احساس اور جذبوں کو پیکرِ شعری میں ڈالا۔ نوید جمیل اتنے ہی لفظ لکھتا ہے جتنے اُس نظم کے موضوع یا خیال کی ضرورت ہیں۔ اِس ہُنر نے اُس کی نظموں کی تاثیر میں اضافہ کیا ہے۔

(متین فکری، روزنامہ جنگ، راولپنڈی) پروفیسر جمیل ملک ہجر توں کے موسم میں وصال رُتوں کے شاعر ہیں اور ان کا بیٹا وصال رُتوں میں بھی تلاش و جستجو کی شمع فروزاں کئے ہوئے ہے۔ نوید جمیل اپنے آپ کو اچھی طرح پہچانتا اور اپنی ذات سے مکالمہ کرنے کا ہنر جانتا ہے۔